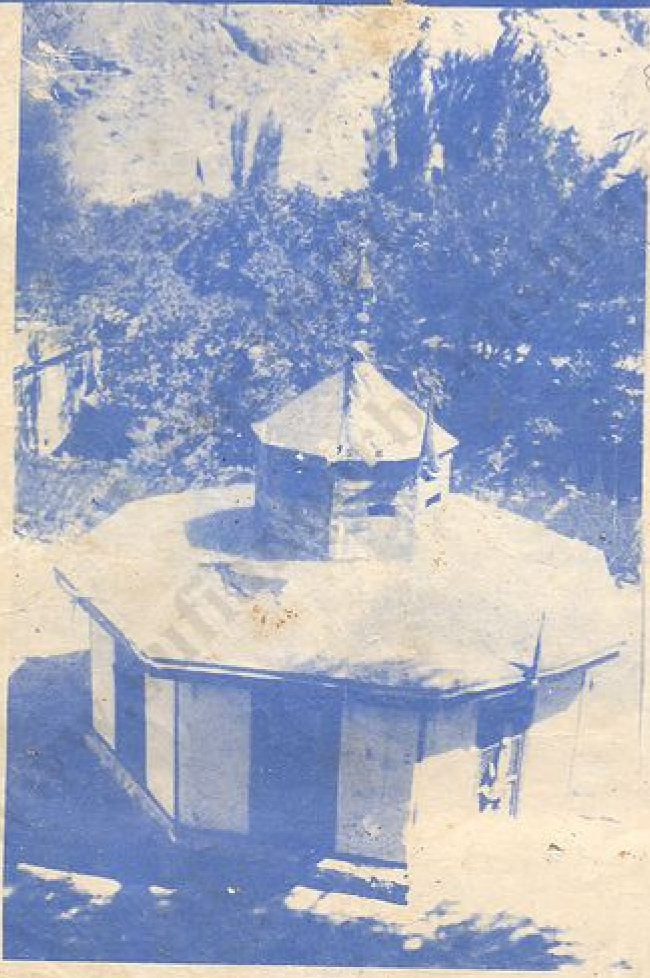
احیائے تصوف کا علمبردار

ماہنامہ

نوائے صوفیہ

اسلام آباد



آستانہ میر سید علی رضا سرمیک بلتستان

احیائے تصوف کا علمبردار

ماہنامہ نوائے صوفیہ

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۵ قیمت ۱۰ روپے ماہ جنوری ۱۹۹۵ء

مدیر و ناشر

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

فہرست مضامین

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے پرنٹ شاپ 99 - 6 ویسٹ بلیو ایریا اسلام آباد سے چھپوا کر A - 358 ، سیکٹر 1 ، G-6/1 اسلام آباد سے شائع کیا۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

قرآن مجید

قرآن مجید

الحمد للہ رب العالمین کا
ترجمہ و تشریح

مولوی عبدالحمید

رب - یہ تربیت سے مشتق ہے۔ لغت میں یہ کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً مالک - مصلح - معبود - (السید المطاع) مدبر اصطلاح میں رب اس ذات کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد اور فطری صلاحیتوں کے مطابق آہستہ آہستہ درجہ کمال تک پہنچائے۔

صاحب فصل الخطاب کہتے ہیں کہ رب اسم صفت ہے تربیت سے جس کے معنی کسی چیز کو تدریجی طور پر کسی شے یا شخص کو اس کے مناسب حال کمال کی منزل تک پہنچانا ہے۔

رب کا لفظ بھی ذات باری کے علاوہ کسی اور کے لئے استعمال کرنا مناسب نہیں ہاں اضافت کے ساتھ استعمال ہو سکتا ہے، جیسے رب الدار گھر کا پالنے والا۔

رب کا لفظ مخلوقات کے سبب بقا ہونے اور پھر مستقل طور پر اس کی نظر توجہ ان کی جانب مبذول ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں الرب اسم من اسماء اللہ تعالیٰ لا یقال فی غیر الا بالاضافۃ

رب اللہ کے اسماء میں سے ایک ہے جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے بغیر اضافت کے استعمال نہیں ہو سکتا۔

زمانہ جاہلیت میں ملک کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا۔

صاحب کشاف کہتے ہیں کہ رب کا معنی مالک ہے قرآن میں رب مالک اور سردار (آقا) کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

جیسے حضرت یوسف کا قول اذکرنی عند ربک

حضرت یوسف نے قیدی سے کہا کہ اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرو حدیث میں بھی رب مالک کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

ان تلد الامۃ ربھا، یعنی لونڈی اپنے آقا کو جنے گی۔

تربیت کی اہمیت

اللہ نے حمد کے بعد اپنے رب ہونے کا ذکر کیا ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تربیت اللہ کی بڑی نعمت ہے اور صرف انسان کی اعتقادی، نظریاتی، اخلاقی اور روحانی تربیت کی خاطر اللہ رب العزت نے انبیاء و رسل مبعوث فرمائے اور کتب آسمانی کا نزول ہوا لہٰذا آج بھی والدین کی ذمہ داری ہے کہ اولاد کی صحیح تربیت کریں اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ طلبا کی اخلاقی تربیت کریں علماء کی ذمہ داری ہے کہ عوام کی اعتقادی اور عملی تربیت کریں۔ صلحا و مرشدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ سالکین کی روحانی تربیت کریں اور ہر ایک اپنے مربیوں سے تربیت لینے کا حق ادا کرے تو آج بھی ہمارا معاشرہ ایک صالح معاشرہ بن سکتا ہے اور ہم سب حدیث نبویؐ کلکم راع و کللم مسئول عن رعیتہ (تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا" کے حکم سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔

العالمین

یہ عالم کی جمع ہے اور عالم اسم جنس اور اسم آلہ کا صیغہ ہے اس کا واحد نہیں ہے۔ عالم علامت سے مشتق ہے اس لئے کہ کائنات کی ہر چیز اپنے پیدا کرنے والے کی وحدانیت کی علامت ہے۔

اس لئے ابن معتز شاعر یوں گویا ہے۔

فیا بجھا کیف یعصی الالٰہ
ام کیف یجحدہ الجاھد
وفی کل شئی لہ آیۃ
تدل علی انہ واحد

یعنی تعجب ہے کہ کس طرح خدا کی نافرمانی کی جاتی ہے اور کس طرح اس کی وحدانیت سے انکار کرنے والا انکار کرتا ہے حالانکہ ہر چیز میں ایک نشانی ہے جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔

عالم کے بارے میں مختلف روایات اور اقوال

عالمین کے بارے میں علماء و محققین اور مفسرین و مفکرین نے بہت سی باتیں کہی ہیں۔ ان میں سے چند معتبر اقوال یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

صاحب فتح القدیر تفسیر قرطبی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ عالم سے مراد چار قسم کی ذی عقل مخلوق ہیں۔ انسان، جنات، ملائکہ اور شیاطین فرا۔ اور ابو عبیدہ کے نزدیک عالم سے مراد انس و جن ہیں۔

قتادہ کہتے ہیں کہ العالمین جمع عالم وھو کل موجود سوی اللہ تعالیٰ عالمین عالم کی جمع ہے اور ماسوا اللہ تمام موجودات عالم اس میں شامل ہے قرطبی اس قول کو زیادہ صحیح قرار دیتے ہوئے اس پر قرآنی دلیل پیش کرتے ہیں کہ فرعون نے حضرت موسیٰ سے سوال کیا۔ ما رب العالمین۔ عالمین کا پروردگار کون ہے؟

موسیٰ علیہ السلام نے جواباً فرمایا۔ رب السموات و الارض وما بینھما عالمین کا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان کا پالنے والا ہے۔ بعض نے کہا کہ عالمین سے مراد عالم نباتات عالم جمادات۔ عالم حیوانات اور عالم انسان ہیں۔

آسمان کی مخلوق خشکی وتری کی مخلوقات کو بھی عوالم کہا جاتا ہے اس طرح ایک ایک زمانہ اور ایک ایک وقت کو بھی عالم کہا جاتا ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ عالم سے مراد کل مخلوق ہے خواہ آسمانوں کی ہو خواہ زمینوں کی ان کے درمیان کی خواہ ہمیں اس کا علم ہو یا نہ ہو۔

زید بن اسلم اور ابو محیص کے نزدیک ہر ذی روح چیز کو عالم کہا جاتا ہے۔ ابو العالیہ کے نزدیک کل انسان ایک عالم ہے جنات کا ایک عالم ہے اور ان کے علاوہ اٹھارہ ہزار عالم ہیں۔ زمین کے چار کونے ہیں اور ہر کونے میں ساڑھے تین ہزار عالم ہیں۔ جنہیں اللہ نے صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ حمیری کہتے ہیں کہ ایک ہزار امتیں ہیں چھ سو تری میں اور چار سو خشکی میں۔ امام باقر کا ارشاد ہے۔

ان اللہ قد خلق الف الف عالم و الف الف آدم اللہ نے ہزار ہزار (دس لاکھ) عالم اور ہزار ہزار (دس لاکھ) آدم پیدا کئے ہیں۔

رسول اللہ سے مروی ہے ان اللہ خلق قبل آدم المعلوم عندنا مائۃ الف آدم اللہ تعالیٰ نے معلوم و مشہور آدم سے پہلے ایک لاکھ آدم پیدا فرمائے ہیں۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا فرمائے اور تمہاری دنیا اس میں ایک عالم ہے۔

مصری محققین دکتور علی مصطفےٰ دکتور طہٰ حسین اور عباس محمود العقاد وغیرہ ۱۹۴۵ کے الشیوخ رسالہ میں لکھتے ہیں۔

ہمارا سورج کروڑہا سورجوں میں ایک ہے جن میں ہر ایک سورج کا دوسرے سورج سے فاصلہ روشنی کی رفتار (ایک لاکھ چھیاسی ہزار فی سیکنڈ) سے کئی کئی سال کا ہے اور ان سورجوں سے ایک دنیا ہمیں نظر آتی ہے۔ جو رات کو سطح فلک سے گزرتی ہے اسے کہکشاں کہتے ہیں اور یہ عالم اپنے پورے احاطے کے ساتھ کروڑوں عالموں میں ایک ہے جن میں سے ہر ایک کا طول و عرض ہزار ہزار میل کی مسافت کے برابر ہے۔

(جاری ہے)

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

(گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعہ شریعت محمدیہ

اما مو جبات الطھارۃ الصغری فالبول والغائط ..... فتوضا لان الصلواۃ لا تجوز الابالعرضوء

ترجمہ: وضو واجب کرنے والی چیزیں (۱) پیشاب (۲) پاخانہ (۳) ہوا (۴) ودی (سے لے کر) تو وضو کرے کیونکہ نماز بغیر وضو کے جائز ہی نہیں ہو سکتی۔

وضاحت

فقہ احوط کی مذکورہ بالا عبارتوں میں ان پانچ چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جن سے آدمی کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور نماز کی بجا آوری کے لئے پھر سے وضو کرنے کی ضرورت ہے ہے۔ وہ پانچ چیزیں یہ ہیں۔

۱۔ پیشاب کا نکلنا۔ خواہ آدمی کے اپنے کنٹرول کے تحت ہو خواہ پیشاب پر کنٹرول نہ کر سکنے کی وجہ سے بے اختیاری سے ہو۔ دونوں صورتوں میں وضو کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ پاخانہ کرنا وضو کے خاتمے کا سبب ہے خواہ جس صورت میں بھی ہو۔

۳۔ ہوا کا خارج ہونا۔ یہ اس وجہ سے وضو کا خاتمہ کر دیتا ہے کہ وہ دراصل پیٹ میں موجود غائط کا حصہ ہے جسے بھاپ کی شکل میں خارج کر دیتا ہے۔ اس کا صرف نکلنا ہی سبب وضو ہے خواہ اختیار سے ہو یا بے اختیار ہو۔

۴۔ ودی۔ ودی پیشاب کے باقی ماندہ قطرے کا نام ہے جو پیشاب کے نکل آنے کے بعد تھوڑے سے وقفے کے ساتھ نکل آتا ہے۔ یہ چونکہ پیشاب ہی ہے اس وجہ سے اس کے لگنے سے کپڑا بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے شریعت محمدیہ نے پیشاب کرنے کے بعد ودی کی رطوبت سے بچنے کے لئے تدبیریں اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔

مذی کا مسئلہ

مذی چونکہ ایک الگ چیز ہے جو پیشاب کا حصہ نہیں یہ شکل میں بھی پیشاب سے ممتاز ہے۔ مجموعہ شریعت محمدیہ الفقہ الاحوط میں گرم مزاج والوں کے لئے عین جوانی میں بھی اور کنوارے کی حالت میں بھی اس سے بچنا نہایت دشوار ہونے کی بنا پر وجوب وضو کے اسباب سے الگ رکھا گیا ہے۔ فقہ احوط صفحہ ۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

یقین پر عمل کرنا

از روئے شریعت محمدیہ اگر کسی کو باوضو ہونے کا یقین ہو اور بے وضو ہونے میں شک ہو تو اس کا یقین پر عمل کرنا درست ہوگا اور نماز کی ادائیگی درست ہو جائے گی۔ تاہم وجدان کی بنا پر بلند معنوی مقام والوں کے لئے یہ صورت حال سزاوار نہیں سمجھی گئی ہے۔

اگر کسی کو بے وضو ہونے کا یقین ہو اور باوضو ہونے میں شک ہو تو اس کو وضو کرنا ضروری ہوگا۔ یقین کا تقاضا یہی ہے۔

۵۔ زوال عقل۔ اگر کسی باوضو شخص کی عقل چلی جائے تو اس سے بھی وضو کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

زوال عقل کے چار اسباب بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) پاگل ہونا۔ (۲) بیہوشی طاری ہونا۔ (۳) ظاہری نشہ آور چیزوں کے استعمال کی وجہ سے بدمست ہونا۔ (۴) گہری نیند

اگر باطنی نشہ آور حالت کی وجہ سے مست ہو جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹنے گا بلکہ یہ حالت وضو کے مزید استحکام کا سبب

باقی صفحہ ۱۱

(گزشتہ سے پیوستہ)

احوال و آثار حضرت جنید بغدادی

غلام حسن نوربخشی

مرض الموت

زندگی کے آخری دنوں میں بیمار ہوئے۔ ابو جعفر خالدی کہتے ہیں کہ جنید کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ کو سخت بخار ہے میں نے عرض کی حضور اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ آپ کو شفا دیں فرمایا کل میں نے عرض کی تھی۔ تو مجھے جواب ملا کہ جنید جسم ہماری ملک ہے چاہیں تو ہم تندرست رکھیں اور چاہیں تو بیمار! تم کون ہوتے ہو۔ کہ ہمارے ملک میں تصرف اور دخل اندازی کرتے ہو؟ خاموش رہو۔

ابی محمد بن احمد الحریری کا بیان ہے کہ میں جنید کے مرض الموت کے وقت ان کے پاس موجود تھا۔ وہ قرآن حکیم پڑھ رہے تھے۔ ایک قرآن ختم کیا۔ میں نے کہا اے ابو القاسم ایسی حالت میں بھی آپ تلاوت کر رہے ہیں؟ فرمایا مجھ سے کون اولیٰ ہے درانحالیکہ میرے صحیفے کو لپیٹا جا رہا ہے۔

شیخ فرید الدین عطار لکھتے ہیں کہ جب وفات قریب ہوئی۔ آپ نے دسترخوان کو ہٹانے اور آفتابہ نزدیک لانے کا حکم دے دیا جب یہ آ گیا تو فرمایا کہ مجھے وضو کراؤ وضو کرایا گیا تو آپ سجدے میں گر گئے اور رونے لگے نزدیک بیٹھے لوگوں نے کہا اے ہمارے سردار اتنی طاعت اور ریاضت آپ پہلے بھیج چکے ہیں اب اس وقت گریہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا اس وقت جنید جس قدر محتاج ہے اتنا کبھی نہیں تھا۔ اس وقت آپ نے تلاوت شروع کر دی۔

ایک مرید نے عرض کیا۔ کیا آپ قرآن پڑھ رہے ہیں؟ ہاں کیونکہ مجھ سے زیادہ اولیٰ کون ہے؟ کیونکہ میری عمر کے دفتر کے اوراق اب سمٹنے والے ہیں اپنی ستر سالہ اطاعت اور عبادات پر نظر ڈالتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ ہوا میں ایک بال کو لٹکا دیا ہو اور ہوا آکر اسے ادھر ادھر ہلا رہی ہے معلوم نہیں کہ یہ ہوا قاطع ہے یا واصل میری ایک طرف پل صراط ہے اور دوسری طرف ملک الموت اور عادل قاضی ہے۔ اور میرے سامنے دو راستے ہیں معلوم نہیں کہ مجھے کس راستے سے جانے کا حکم ہوگا۔ پھر آپ نے قرآن ختم کیا اور سورت بقر کی ستر آیتیں پڑھیں، آگے پڑھنا دشوار ہو گیا۔ لہذا لوگوں نے کہا کہ کہو اللہ۔ آپ نے جواب دیا اس کو میں نے کبھی فراموش نہیں کیا۔ اس کے بعد آپ نے تسبیح پڑھتے ہوئے انگلیوں پر شمار کرنا شروع کیا۔ ابھی چار انگشت کا شمار ہوا تھا کہ انگشت سے مسبحہ نیچے چھوڑ دی اور کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم آنکھ بند کی اور جان دے دی۔

(طرائق الحقائق جلد دوم ص ۳۱۹)

آپ نے بروز پیر بوقت آخر ساعت ۲۷ رجب ۲۹۷ ھ کو بغداد میں وفات پائی۔

غسل دینے والوں نے چاہا کہ آپ کی آنکھیں کھول کر پانی سے دھوئیں مگر غیبی آواز آئی کہ ہمارے دوست کی آنکھ سے ہاتھ ہٹاؤ۔ جو آنکھ ہمارے نام پر بند ہو گئی ہو اسے ہماری لقا کے سوا کون کھول سکتا ہے؟ انگلیاں تسبیح شمار کرتے ہوئے بند ہو گئیں تھیں انہیں کھولنے کی کوشش کی۔ مگر پھر آواز آئی کہ وہ انگلی جو ہمارے نام کے ساتھ بند ہو گئی ہے اسے ہمارے حکم کے بغیر کوئی کھول نہیں سکتا۔

طرائق الحقائق جلد دوم ص ۳۱۹

آپ پر ستر ہزار افراد نے نماز جنازہ پڑھی۔ آپ کو بغداد

کے مشہور قبرستان شونیزیہ میں دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

انجام بخیر

حضرت جنید کو وصال کے بعد خواب میں دیکھ کر بعض لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا کہ مجھے ایک بات پر سرزنش فرمائی جو میرے منہ سے نکل گئی تھی وہ یہ کہ ایک سال پانی نہیں برسا۔ میں نے کہا الٰہی لوگوں کو پانی کی بڑی ضرورت ہے تو فرمایا کیا میں نہیں جانتا ہوں کہ لوگ پانی کے محتاج ہیں۔ تو مجھ کو سکھاتا ہے حالانکہ میں علیم و خبیر ہوں جاؤ میں نے تجھ کو بخش دیا۔

اقوال زریں اور تعلیمات

آپ کی تعلیمات اگرچہ آپ کی اپنی کتابوں اور رسالوں میں درج ہیں جو اردو سمیت تمام عالمی زبانوں میں چھپ چکی ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے ارشادات تصوف کی اہم ترین کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ذیل میں آپ کے ارشادات میں سے بعض درج کئے جاتے ہیں۔

التصوف ذکر بالاجتماع و وجد بالاستماع و عمل بالابقاع تصوف دل جمعی سے ذکر حق کرنے الہام سے بہرہ ور ہونے اور اتباع نبوی میں عمل کرنے کا نام ہے۔

۱۔ صوفی

الصوفی من لبس الصوف علی الصفاء و عاش الناس علی الوفاء و جعل الدنیا خلف لقضاء و سلک طریق المصطفی نمبر ۳۵ طرائق ص ۳۱۱

صوفی وہ ہے جو لباس صفا و پاکیزگی پہنے، باوفا زندگی بسر کرے، دنیا کو پس پشت ڈالے اور طریق مصطفیٰ پر گامزن رہے۔

۲۔ وقت کا احساس

جو وقت گزر جاتا ہے وہ ہرگز واپس نہیں آیا۔ اس لئے کوئی چیز وقت سے زیادہ عزیز اور بیش قیمت نہیں ہے۔

۳۔ محبت حق

محبت حق کی نشانی یہ ہے کہ اس کی بندگی میں آرام حاصل ہو۔ بندگی کو بوجھ نہ سمجھے اور نہ تھکن محسوس ہو۔

۴۔ خدا پر بھروسہ

جس نے اپنے علم پر بھروسہ کیا اس کے قدم ڈگمگائے اور جس نے مال پر بھروسہ کیا وہ گھاٹے میں رہا اور جس نے خدا پر بھروسہ کیا اس نے عزت و بزرگی پائی۔

۵۔ اطاعت و اقتداء

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا کسی کی اقتدا کرنی چاہئے۔ فرمایا ہاں اگر تقویٰ اور کسب حلال کی تلاش میں قوت و اضافہ ہو تو اقتدیٰ کرنی چاہئے ورنہ نہیں۔

۶۔ صحبت و ہم نشینی

جنید سے پوچھا کہ عارف کیسے گنہگار ہو جاتا ہے؟ فرمایا
وکان امر اللہ مقدورا
کے تحت۔ پھر فرمایا کسی ایسے شخص کی صحبت میں مت بیٹھا کرو جو یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ تجھے معصوم دیکھے۔

۷۔ وجود باری تعالیٰ

آپ سے پوچھا کہ وجود صانع پر تمہاری کیا دلیل ہے؟ فرمایا لقد اغننی الصباح عن المصباح دن کی روشنی نے جب مجھے چراغ کی روشنی کا محتاج نہ رہنے دیا۔

۸۔ ولی

جنید بغدادیؒ کے نزدیک ولی کسی بھی شے سے اللہ کے سوا خوف نہیں کھاتا۔ کیونکہ اسے خوف ان چیزوں سے ہوتا ہے جن سے انسانی توقعات وابستہ ہوں یا پھر ان محبوب پسندیدہ اشیاء کے متعلق خوف و خدشہ ہوتا ہے جن کے ضائع ہونے کا ڈر ہو ولی ہر حال میں اللہ سے راضی رہتا ہے اسے کوئی غم نہیں ہوتا۔

۹۔ صفائے قلب کا نسخہ

شیخ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ جو کوئی اسم جمالی یا قدوس اجب یا عطرائیل یا حدودائیل بحق یا قدوس ہر نماز فجر کے بعد سو بار پڑھے اس کا دل سیاہی سے صاف ہوگا۔

حواشی و توضیحات

۱۔ طرائق الحقائق جلد دوم ص ۳۹۰
۲۔ تذکرۃ الاولیاء۔ از عطار نیشاپوری ص ۱۸۴
۳۔ کشف المحجوب از داتا گنج بخش ص ۲۷۰
۴۔ جنید بغدادی ص ۳۵
۵۔ کرامت نامہ اولیاء۔ قلمی شفیع قادری ص ۳۴
۶۔ رموز عشق از میر ولی الدین ص ۵۳
۷۔ تذکرۃ الاولیاء۔ از عطار نیشاپوری ص ۱۸۳
۸۔ ۔۔۔ ایضاً۔۔۔ ص ۱۸۳
۹۔ کشف الحقائق از سید محمد نور بخش
۱۰۔ صحیفۃ الاولیاء۔ از سید محمد نور بخش
۱۱۔ کرامت نامہ اولیاء۔ ص ۳۴
۱۲۔ تعلیمات غزالی از حنیف ندوی ص ۲۱
۱۳۔ سب رنگ ڈائجسٹ ۱۹۷۴ء ص ۲۹
۱۴۔ مقدمہ کشف المحجوب از علی قویمی ص ۳
۱۵۔ طرائق الحقائق جلد دوم ص ۳۸۸ رسالہ قشیریہ ص ۵۸
۱۶۔ نفحات الانس از عبدالرحمن جامی ص ۹۱
۱۷۔ کشف المحجوب ص ۴۹۷
۱۸۔ آداب المریدین از ابو نجیب سہروردی ص ۵۲
۱۹۔ فضائل ذکر از مولانا ذکریا ص ۱۸۶
۲۰۔ انسان کی حقیقت ص ۲۰۲
۲۱۔ کشف المحجوب ص ۱۵۱
۲۲۔ تذکرۃ الاولیاء۔ ص ۲۳۶
۲۳۔ نفحات الانس ص ۹۲
۲۴۔ طرائق الحقائق جلد دوم ص ۳۰۹
۲۵۔ کشف المحجوب ص ۲۷۳
۲۶۔ ۔۔۔ ایضاً۔۔۔ ص ۵۴۰
۲۷۔ انوار اصفیاء۔ ص ۶۲۷
۲۸۔ طرائق الحقائق جلد دوم ص ۳۹۸
۲۹۔ کشف المحجوب ص ۲۷۲
۳۰۔ طرائق الحقائق جلد دوم ص ۳۰۹
۳۱۔ سید الاولیاء ص ۳۱۲
۳۲۔ طرائق الحقائق جلد دوم ص ۳۰۸
۳۳۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۱۸۷
۳۴۔ اسلامی تصوف ص ۳۰۶
۳۵۔ انوار اصفیاء ص ۶۲۳
۳۶۔ ۔۔۔ ایضاً۔۔۔ ص ۳۵۹
۳۷۔ کشف المحجوب ص ۶۲۲
۳۸۔ ۔۔۔ ایضاً۔۔۔ ۳۱۳
۳۹۔ ۔۔۔ ایضاً۔۔۔ ۳۱۹
۴۰۔ طرائق الحقائق جلد دوم ص ۳۱۹
۴۱۔ امام تصوف ص ۲۰
۴۲۔ طرائق الحقائق جلد دوم ص ۳۱۹
۴۳۔ طرائق الحقائق جلد دوم ۳۱۹
۴۴۔ طرائق الحقائق جلد دوم ۳۱۱
۴۵۔ ۔۔۔ ایضاً۔۔۔ جلد دوم ص ۳۱۱
۴۶۔ عوارف المعارف ص ۱۱۱
۴۷۔ ۔۔۔ ایضاً۔۔۔ ص ۱۴۱
۴۸۔ کشف المحجوب ص ۳۲۸
۴۹۔ اقوال بزرگان ص ۴۰
۵۰۔ نفحات الانس ص ۲۵۳
۵۱۔ العروۃ لاھل الخلوۃ والجلوۃ ص ۲۳
۵۲۔ قرآن اور تعمیر سیرت ص ۱۱
۵۳۔ شہکار انسائیکلوپیڈیا ص ۱۳۳۱
۵۴۔ جواہر الاولیاء۔ ص ۱۱۹

ولادت باسعادت مولود کعبہ علیہ السلام

محمد ابراہیم فیضی

امیر المومنین علی علیہ السلام بارہ آئمہ میں پہلے امام ہیں آپ کے شمائل و فضائل بے شمار ہیں جن کا احاطہ و حصر تحریر و تقریر سے ممکن نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا کہنا ہے کہ ہمیں کسی بھی صحابی کے اس قدر فضائل نہیں پہنچے ہیں جس قدر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پہنچے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کی ولادت پاک مکہ معظمہ میں عام الفیل کے تیس سال بعد ۱۳ رجب المرجب کو بروز جمعۃ المبارک ہوئی۔ مولائے متقیان کی ولادت کی پیشین گوئی کے لئے یمن کے ایک زاہد فقیر کی تمنائیہ دعا روایت کی گئی ہے کہ یمن میں ایک شخص تھا جس نے اپنی پوری توجہ زہد و تقویٰ اور عبادت الہیہ کی طرف مرکوز کر رکھی تھی اور دنیا کی متاع فانی سے پورے طور پر رخ پھیر رکھا تھا۔

بگو ہے رفتہ و کنجے گرفتہ
ز چشم خلق چوں گنجے نہفتہ

اس کا نام شیخ مترم بن وعیب الشیقام تھا اور زاہد یمن کا نام سے مشہور تھا۔ اس کی عمر ایک سو نوے سال کی ہو چکی تھی مگر اس عرصہ میں اس نے عبادت واطاعت خداوندی سے کبھی جی نہیں چرایا ایک مرتبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں مناجات کرتے وقت اس نے عرض کی الہی! مجھے حرم محترم کے مجاوروں میں کسی ایک کی زیارت سے مشرف فرما چنانچہ اس کی بے ریا دعا کا تیر ہدف اجابت پر پہنچ گیا اور جناب ابو طالبؑ یمن کے سفر سے واپسی پر اسے دیکھنے کے لئے اس کے پاس پہنچ گئے۔ مترم آپ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو گیا اور تکریم کے ساتھ اپنے پہلو میں بٹھا کر پوچھا! آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟ حضرت ابو طالبؑ نے فرمایا! میں تہامہ کا رہنے والا ایک شخص ہوں مترم نے کہا! آپ کس تہامہ سے آئے ہیں حضرت ابو طالبؑ نے فرمایا مکہ معظمہ سے مترم نے پوچھا آپ کس قبیلہ سے ہیں؟ فرمایا بنو ہاشم سے۔ مترم نے قبیلے کا نام سنا تو دوسری بار اٹھ کر حضرت ابو طالب کے سر اور چہرے کو بوسہ دیا اور کہا الحمد اللہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور مجھے اس وقت تک موت نہیں دی جب تک حرم شریف کے مجاوروں میں سے ایک شخص کے ساتھ میری ملاقات نہیں کروائی پھر پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ حضرت ابو طالبؑ نے فرمایا! ابو طالب۔ مترم نے پوچھا آپ کے والد محترم کا کیا نام ہے حضرت ابو طالبؑ نے فرمایا عبد المطلب بن ہاشم۔ مترم نے کہا! میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ حضرت عبد المطلب کے دو پوتے ہوں گے جن میں سے ایک خدا کے رسول ہوں گے اور ان کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا دوسرے خدا کے ولی ہوں گے اور ان کے باپ کا نام ابو طالب ہوگا جب اللہ کے نبی کی عمر مبارک تیس سال ہو جائے گی تو خدا کے ولی کی ولادت باسعادت ہو جائے گی اے ابو طالب کیا وہ نبی پیدا ہو چکے ہیں حضرت ابو طالب نے فرمایا! ہاں عبداللہ کے ہاں محمدؐ پیدا ہو چکے ہیں اور ان کی عمر مبارک اس وقت انتیس سال ہے۔ مترم نے کہا اے ابو طالب آپ کو بشارت ہو کہ اس سال آپ کی پشت مبارک سے جو بچہ آئے گا وہ امام المتقین اور امیر المومنین ہوگا۔ اے ابو طالب مکہ جا کر اپنے بھتیجے سے مترم کا سلام کہنا اور بتا دیا کہ مترم گواہی دیتا تھا کہ خدا ایک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ محمدؐ بے شک اس کے رسول ہیں اور کہا جب آپ کا بیٹا پیدا ہو تو ان سے بھی میرا سلام کہنا اور کہنا کہ وہ آپ کا بوڑھا دوست اس طرح کہتا تھا کہ آپ پیغمبر کے وصی ہیں ان پر نبوت ختم ہو جائے گی جبکہ آپ سے ولایت شروع ہو جائے گی وہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور آپ ولایت کھولنے والے ہیں۔

مترم کی کرامت کا ظہور

ابو طالب نے عرض کیا جناب اگر آپ کی دی گئی خبریں درست ہیں تو اس کی دلیل کیا ہو سکتی ہے تاکہ میں یقین کر سکوں۔ مترم نے جواب دیا کہ ابو طالبؑ ان باتوں کے ثبوت میں آپ جو چاہیں میں رب کریم سے دعا کروں گا۔ چنانچہ ابو طالبؑ نے اسی غار میں موجود ایک خشک درخت انار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس درخت سے پھل دیا جائے۔

حضرت مترم نے دعا فرمائی درخت تازہ ہو گیا شاخیں ہری ہو گئیں پھل لگا اور پک کر تیار ہو گیا۔ چند انار توڑ کر مترم نے ابو طالبؑ کو دیے جو انہوں نے کھائے جبکہ ایک انار مترم نے ابو طالبؑ کے ساتھ بھیج دیا وہ انار حضرت فاطمہ بنت اسد نے کھایا جو انار ابو طالبؑ کھائے وہ ان کے جسم میں سرایت کر گئے اور حضرت امیر علیہ السلام کے چہرہ اقدس کی سرخی کا باعث بنے اس طرح حضرت ابو طالبؑ خوشی و مسرت کے ساتھ مترم زاہد کی مجلس سے باہر تشریف لائے اور جب مکہ پہنچے تو ان کی پشت سے حضرت علی علیہ السلام کا نور حضرت فاطمہ بنت اسد کے بطن اطہر میں منتقل ہوا۔ حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کا ایک حصہ ہے انا و علی من نور واحد اور دوسرا حصہ ہے انا و علی من شجر واحد

شجرہ نور اس طرح سے ہے۔

ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ

حضرت جناب عبد المطلب بن ہاشم

حضرت عبداللہ بن عبد المطلب

حضرت محمد رسول اللہ

حضرت فاطمہ الزہرا

ابو طالبؑ بن عبد المطلب

حضرت علی علیہ السلام

حضرت جناب اسد بن ہاشم

حضرت فاطمہ بنت اسد

ظہور مولود کعبہ

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا خود روایت بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت علی مرتضیٰ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو اس وقت میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہی تھی، طواف کعبہ کے چوتھے چکر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور میرے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ کر فرمایا کیا آپ نے طواف پورا کر لیا ہے؟ میں نے عرض کی نہیں، آپؐ نے فرمایا۔ طواف پورا کریں اور ضرورت محسوس ہو تو کعبہ شریف کے اندر چلی جائیں کیونکہ وہ راز خدا ہے۔

کتاب بشارۃ المصطفیٰ میں یزید بن قعنب سے روایت نقل کی گئی ہے کہا کہ میں حضرت عباس بن عبد المطلب اور جمیع بنی عبد العزیٰ بیت اللہ شریف کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد آئیں اور طواف کعبہ میں مشغول ہو گئیں اچانک ان کے چہرے پر وضع حمل کے آثار ظاہر ہوئے مگر ان میں بیت اللہ سے باہر آنے کی طاقت نہ تھی چنانچہ انہوں نے دعا مانگی الٰہی مجھ پر اس ولادت کو آسان فرما راوی کا کہنا ہے کہ اسی وقت دیوار کعبہ شق ہوئی اور جناب فاطمہ کعبہ شریف کے اندر جا کر ہماری نظروں سے غائب ہو گئیں خواہش اندر جانے کی ہماری بھی تھی مگر مناسب نہ تھا چنانچہ حضرت فاطمہ چوتھے روز حضرت علی کو ہاتھوں پر اٹھا کر باہر آئیں۔

امام ابو داؤد بناکتی روایت کرتے ہیں حضرت علی سے قبل اور بعد کسی شخص کو کعبہ شریف میں پیدا ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے۔

ولدتہ فی الحرام المعظم امہ
طابت و طاب ولیدھا والمولد

گوہر چو پاک بودو صدف نیز پاک بود
آمد میانہ حرم کعبہ در وجود
کعبش زفیض کعبہ منا واشت لا جرم

بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت علی کعبہ میں پیدا نہیں ہوئے ہیں کیونکہ اگر وہ زچہ خانہ بن گیا تو قبلہ کیسے بن سکتا ہے۔ ان خیالات کی تردید درج ذیل عبارات سے ممکن ہے۔

ان امیر المومنین علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم ولد بمکۃ فی جوف بیت الحرام یوم الجمعہ ثالث عشر من رجب (سلسلہ

باقی صفحہ ۱۱

قدوۃ الاولیاء حضرت میر سید علی رضا رحمتہ اللہ علیہ

سید محمد شاہ اطہر سرمک

اولیاء کرام کی زندگی بظاہر کتنی ہی سادہ کیوں نہ ہو لیکن در حقیقت عام انسانوں سے مختلف ہوتی ہے عام آدمی کی زندگی اسباب معاش کے حصول کے لئے وقف ہو کر رہ جاتی ہے جبکہ بندگان خدا وسائل حیات سے صرف اس قدر تعلق رکھتے ہیں کہ وہ اطاعت الٰہی میں ممد و معاون بن سکیں وہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی اہل دنیا کی دہلیز پر جبہ سائی کے لئے تیار نہیں ہوتے بلکہ بڑے بڑے جاہ و حشم کے مالک ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے کو سعادت سمجھتے ہیں چونکہ وہ صحیح معنوں میں خدا کے ہو جاتے ہیں اس لئے خلق خدا ان کی تابع ہو جاتی ہے۔ وہ مخلوق خداوندی کے دل پر حکمرانی کرتے ہیں ان کی حکومت حیات ظاہری تک محدود نہیں ہوتی وصال کے بعد بھی ان کا اقتدار برقرار رہتا ہے اور ان کی رحلت کے بعد بھی روحانی فیض اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

حضرت میر سید علی رضا ان قدسی صفات بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جنہوں نے جہالت میں ڈوبے ہوئے ان گنت افراد کو ہدایت و راستی کی راہ پر گامزن کر کے سعادت ابدی کا مستحق بنا دیا۔ آپ ابو جو میر مختار کے فرزند تھے۔ تاریخ ولادت و فات سے متعلق صحیح معلومات دستیاب نہیں۔ ان کی چند کرامات سینہ بہ سینہ ہم تک پہنچی ہیں۔ آپ کریس کی ایک جامع مسجد میں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ آپ نماز میں لمبی قرات کے قائل تھے ایک شخص کو آپ کی مقبولیت سے حسد پیدا ہوا کیونکہ اکثر لوگ بھی لمبی قرات کی وجہ سے چاہتے تھے کہ نماز میں قیام کا وقفہ کم ہو لمبا نہ ہو ایک دفعہ اس حاسد نے چند لوگوں سے کہا کہ میں سید کو سمجھاتا ہوں کہ قرات لمبی نہ کریں پھر بھی اگر وہ باز نہ آئے تو کسی دن میں دوران نماز آمین کہوں گا یہ آواز سنتے ہی ہم جماعت توڑ کر باہر نکل جائیں گے۔ سید نماز کے بعد ہمیں نہ پائے گا تو شرمندہ ہو کر آئندہ قرات چھوٹی کرنے لگے گا اس حاسد نے آپ کو تو کچھ نہ کہا لوگوں سے کہا کہ سید قرات کم کرنے پر آمادہ نہیں ہے لہذا آج ہی ہم فیصلے پر عمل کریں گے چنانچہ نماز کے دوران آمین کے ساتھ ہی سارے لوگ نماز توڑ کر چلے گئے آپ نے نماز ختم کی پیچھے دیکھا تو کوئی بھی موجود نہ تھا وظائف سے فراغت پا کر آپ نے اپنی جائے نماز دریا پر ڈال دی اور پلک جھپکتے ہی دریا پار کر گئے آپ کو کریس چھوڑ کر جاتے دیکھ کر بہت سے لوگ آپ کو واپس لانے کے لئے دوڑے قدموں میں گرے بڑی آہ و زاری کی مگر آپ نے واپسی سے صاف انکار کر دیا چلتے چلتے آپ سرمک کی طرف ہمایوں پل سے تقریباً دو فرلانگ کی دوری پر موجودہ ٹرک روڈ پر واقع مقام موسومہ (نقپو کتپہ) پہنچے نماز کا وقت ہو رہا تھا آپ نے ایک چٹان پر نماز ادا کی۔ اللہ رب العزت نے اس چٹان کے اندر موم کی خاصیت پیدا کی اور میر سید علی رضا کے وہ اعضاء جو حالت نماز میں زمین کے ساتھ لگتے تھے اس چٹان پر ان کا نقش ثبت کر دیا جو آج بھی (مصلیٰ آستانہ) کے نام سے مشہور ہے آپ کے عقیدتمندوں کا جب بھی ادھر سے گزر ہوتا ہے ضرور آپ کے نقش پا کی زیارت کرتے ہیں نماز سے فارغ ہو کر آپ سرمک تشریف لائے سرمک والوں نے آپ کی ہر ممکن عزت و تکریم کی اور بحیثیت اپنی رہنما رکھ لیا کچھ عرصہ سرمک میں وعظ و تبلیغ کرتے رہے بعد ازاں آپ نے مستقبل میں اپنی اولاد کے لئے وہاں درپیش معاشی حالات کو مدنظر رکھ کر کشمیر جانے کا ارادہ کیا جب آپ مہدی آباد سے ہوتے ہوئے کئی شو کے اختتام پر کھرونے لا نامی پہاڑ پر پہنچے تو موضع کئی شو و دایا کے علماء و سرکردگان پر مشتمل ایک وفد نے کھرونے لا جا کر آپ سے واپس ہونے کی درخواست کی کشمیر جانے کا آپ مصمم ارادہ کر کے آئے تھے اس وجہ واپس ہونے پر راضی نہیں ہوئے آخر انہوں نے ایک نومولود بچے کو جو پنگھوڑے میں تھا آپ کے راستے میں رکھ دیا جس سے گزر کر آپ کو جانا گوارا نہ ہوا آخر اس شرط کے ساتھ

واپس ہونے پر رضا مند ہوگئے کہ ان کے بعد ان کی اولاد کے ساتھ چاہے وہ گونگی، لنگڑی کیوں نہ ہو بہتر سلوک ہوگا۔ آپ کے عقیدت مند اہلیان سرکک اس معاہدہ کھڑونے لاکی لاج رکھتے ہوئے اب تک آپ کی اولاد یعنی سادات کرام کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں چنانچہ آپ نے بقیہ ایام زندگی گزرانے کے لئے سرکک کو ہی پسند فرمایا اور یہیں پر ہی اپنی جان مالک حقیقی کے سپرد کردی۔ آپ کا روضہ اقدس عرفانی روحانی اور مذہبی اقدار پر یقین رکھنے والوں کے لئے زیارت گاہ خاص وعام ہے بلکہ ایسی بارگاہ ہے جہاں دنیا کے دکھی غمزدہ انسان اپنا حال دل اور اپنی پریشانیوں کو بیان کرتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔ آپ کا روزہ اقدس منارہ نور اور دکھی دلوں کی آس اور غمزدوں کا سہارا ہے یہاں جو بھی خلوص نیت وصدق دل سے آئے اور شرعی حاجت طلب کرے تو ضرور اپنی مراد پاتا ہے سرکک اور گردونواح کے لوگوں کا اب بھی یہی شیوہ ہے کہ جب کبھی قحط سالی ہو کوئی مشکل درپیش ہو یا کوئی اولاد نرینہ سے محروم ہو یا موسلادھار بارش ہو جس سے عوام کو نقصان ہونے کا اندیشہ ہو انفرادی یا اجتماعی صورت میں فوراً آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اللہ سے دعائیں مانگتے ہیں اور بامراد چلے جاتے ہیں۔ آج بھی سرکک کی خانقاہوں اور مساجد میں سلسلہ ذہیب کے بزرگوں کے سلسلہ ارادت میں اپوچو میر مختاز کے بعد سید علی رضا قدوۃ الاولیاء اور ان کے خلفاء کے نام لے کر روزانہ فاتحہ خوانی کی جاتی ہے۔

منی آرڈر بھیجنے والوں کیلئے

ضروری اطلاع

ہمارے بعض مستقل خریدار منی آرڈر فارم پُر کرتے وقت اس میں اپنا نام اور پتہ درج نہیں کرتے۔ جس وجہ سے ہمیں رقم بھیجنے والے کا علم نہیں ہوتا۔ لہٰذا منی آرڈر فارم پر کرتے وقت اپنا نام اور مکمل پتہ ضرور تحریر کیا کریں۔ شکریہ

(ادارہ)

بقیہ — مجموعہ علم شریعت محمدیہ

بنتی ہے۔ دیدار الٰہی کا شوق بڑھ جانا باطنی نشے کی ایک صورت ہے۔ اسی طرح سے اللہ کے عشق ومحبت کا غلبہ پانا بھی باطنی نشہ اور حالت ہے۔ تاہم یہ بھی ایک مخفی راز ہے جو اللہ کے ولیوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ظاہر بین حضرات اس راز سے یکسر ناآشنا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ازروئے شریعت محمدیہ گھٹیا لوگوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ عزت مقام لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔ اسی طرح سے گھٹیا پن کے حامل حضرات کی طرف سے عزت مقام بزرگان دین کے خلاف ناشائستہ الزام تراشیاں بھی بے نتیجہ ثابت ہوتی ہیں۔ اپنی جگہ اس کا بیان آگے آئے گا۔ گہری نیند کی وجہ سے انسان کی عقل کام نہیں کر سکتی ہے۔ لہٰذا کسی باوضو شخص کو گہری نیند آجائے تو اس کا وضو جاتا رہے گا۔ گہری نیند وہ ہے جس کی وجہ سے آدمی نہ دیکھ سکے اور نہ کانوں سے سن سکے۔

اونگھ آنے سے نہ عقل چلی جاتی ہے اور نہ اس سے وضو ٹوٹے گا۔ اسی طرح سے اہل ریاضت کو پیش آنے والی حالت غیبت سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ وہ لوگ خالی پیٹ ہونے کی حالت میں ظاہر کے لحاظ سے قبلہ رخ نظر آتے ہیں اور باطن کے لحاظ سے وہ ذات حق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ایسے میں ان کے دلوں پر غیب سے ایک ایسی خوشبو پڑتی ہے جس کی وجہ سے وہ دنیا ومافیہا سے یکسر بے نیاز ہوتے ہیں۔ یہ حالت وضو کے لئے بالکل نقصان دہ نہیں ہے۔ جب کوئی باوضو شخص بھرے پیٹ سو جائے خواہ بیٹھے بیٹھے خواہ لیٹ کر اور وہ گہری نیند کا شکار ہو جاوے تو اس سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور بیدار ہونے پر نماز پڑھنے کے لئے وضو کرنا ضروری ہوگا۔

گویا عقل انسانی کو الوداع کہنے والی ہر ہر حالت ماسوائے حالت غیبت کے وضو کے منافی قرار پاتی ہے۔

(جاری ہے)

(گزشتہ سے پیوستہ) (قسط نمبر ۳)

تقابل ادیان

غلام نبی کوروی

ہندوؤں کا تصور نجات اسلامی تصور فلاح کی روشنی میں

ہندوؤں کے تصور تناسخ کی رو سے یہ دنیا ایک قید خانہ ہے زندگی کا اصل مقصد مکتی (نجات) ہے اور یہ نفس کی تعلیم و تربیت سے حاصل ہوتی ہے انسان کی عمومی زندگی تو ایک تسلسل کے ساتھ چل رہی ہے اور اچھے اور برے، اعمال کی بنا پر ہندوؤں کے نزدیک وہ دوسرے جنم میں اعمال کے مطابق عطا کردہ شکل کے ساتھ آئے گا اس چکر سے نجات حاصل کرنے کا صرف ایک ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ انسان ہستی اعلیٰ برھمہ (خالق کائنات) میں جذب ہو جائے اس کا نام مکتی ہے۔

ہندوؤں کے نزدیک اس ملاپ کا طریقہ

ڈاکٹر احمد شبلی نے مقالات الادیان میں واضح کیا ہے کہ جس طرح پانی کا قطرہ بہت بڑے سمندر میں مل جاتا ہے، مکتی کے اصول کا واحد طریقہ زہد، ترک دنیا و مافیہا اور رہبانیت ہے اس کے ساتھ براھمہ کی خوشامد اور منت و سماجت بھی ضروری ہے تاکہ وہ خوش ہو کر انسان کو اس مصیبتوں بھری دنیا سے نجات دے اور پھر انسان براھمہ سے جا ملے ہندو مذھب میں اس نجات کے حصول کے لئے تین طریقے بتائے گئے ہیں۔

۱۔ کرم مارگ (راہ عمل)

۲۔ جنان یا گیان مارگ (راہ علم) بھگتی مارگ (راہ ریاضت)

یہ تینوں طریقے ایک دوسرے سے الگ نہیں ان تینوں کو ہندوؤں کے ہاں مقبولیت حاصل ہے۔ ابتدائی دور میں راہ عمل پر زور دیا گیا۔ پھر راہ علم کو ترجیح دی گئی اس کے بعد بھگتی مارگ غالب آیا اور اس کی اہمیت سب طریقوں سے بڑھ گئی۔

کرم مارگ (راہ عمل)

ویدوں کی تعلیمات میں بہت تفصیل سے اس کا ذکر موجود ہے۔ مہا بھارت اور پرانوں نے اس کا ذکر عام کیا اس طریقے کے عملی پہلو کو واضح کیا گیا یہ فلسفہ بنیادی طور پر اس بات کا درس دیتا ہے کہ کائنات میں ہر جاندار اور بے جان چیز ایک ابدی قانون کی زنجیر میں جکڑی ہوتی ہے۔ اس آفاقی اور ہمہ گیر نظام کا نشان قربانی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت براھمہ (خالق کائنات) کی طاقت عمل تخلیق سے کمزور ہو جاتی ہے تو دیوتا قربانی کے ذریعے اس کو طاقت بخشتے ہیں قربانی سے دیوتا خوش ہو کر بارش برساتے ہیں اور سورج کو طلوع کرتے ہیں۔ قربانیاں عام طور پر پھلوں، جانوروں اور دودھ کی دی جاتی ہیں بعض ہندو جانوروں کی قربانیاں نہیں دیتے کیونکہ وہ خون بہانا اچھا نہیں سمجھتے لیکن اس کی دوسری انتہا یہ ہے کہ بعض ہندو دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے بے گناہ انسانوں کا خون تک بہاتے ہیں کرم مارگ کے حوالے سے ہندو معاشرے کو چار ذاتوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور ہر ذات کے لئے عمل کا معیار مختلف ہے گویا اس فلسفے نے ہندوؤں میں ذات پات کے تصور کو مزید مستحکم کر دیا۔ ہر ذات کے عمل کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ براہمن کی نجات

ویدوں کا مطالبہ اور حصول علم میں ہے۔

۲۔ کھشتری کی نجات

برہمنوں کو خیرات دینے، میدان جنگ میں یلغاری کے جوہر دکھانے میں ہے۔

۳۔ ویش کی نجات

برہموں کی خدمت، زراعت کا کام کرنے مال مویشی پالنے یا تجارت کرنے میں ہے۔

۴۔ شودر کی نجات

برہموں کی خوب خدمت کرنے میں ہے۔

۲۔ جنان مارگ

ابتداء میں تو ہندوؤں نے کرم مارگ کو نجات کا ذریعہ قرار دیا۔ لیکن جب آواگون (تناسخ) اور علم کے نظریات پیدا ہوئے تو ہندو مفکروں نے محسوس کیا کہ صرف راہ عمل پر گامزن رہنے سے حقیقی نجات نہیں مل سکتی، اس لئے ابتدائی مرحلے پر یہ کام ضروری ہے کہ علت اور معلول کی زنجیر کو توڑ کر غیر محدود حرکت کے سلسلے کو ختم کرنے کے لئے کوئی اور ذریعہ تلاش کیا جائے۔ وہ کونسا قانون ہے جس کو راہ عمل بنا کر انسان عمل اور رد عمل سے بچ سکتا ہے اس طرح مختلف فلسفے وجود میں آئے تارک دنیا درویشوں نے بھی سوچنا شروع کر دیا ابتدائے کائنات تقدیر انسانی۔ حقیقت اولیٰ کی ماہیت اور خیر و شر کے فلسفے کے بارے میں غور کیا جانے لگا، اور بنیادی طور پر اس تحقیق کا آغاز حقیقت عمل کی جستجو اور تلاش کے لئے ہوا اور عمل کی تکمیل اور اختتام کا ضابطہ معلوم کیا جانے لگا۔

۳۔ بھگتی مارگ (راہ ریاضت)

شروع میں اول الذکر اور ثانی الذکر کو نمایاں حیثیت حاصل رہی اور بھگتی مارگ کو کوئی حیثیت نہ مل سکی۔ لیکن بعد میں بھگتی مارگ نے دونوں پر نمایاں غلبہ حاصل کیا اور اب یہ ہندو مذہب کا مقبول ترین طریقہ نجات ہے۔ اس طریقے نے ہندو مت کو بت ازم اور جین ازم سے محفوظ رکھا۔ ہندوستانی فلاسفر بھگتی مارگ کے نکتے بیان کرتے اور عوام انہیں دیوی دیوتاؤں سے سکون حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتے بھگتی مارگ کا مزاج توحید آشنا ہے اس طریقے کا سالک اپنے معبود کو محسوس صورت میں دیکھنے کا خواہشمند ہوتا ہے اس طریقے کی ابتداء ہندوؤں کی مشہور مذہبی کتاب بھگوت گیتا سے ہوئی ڈاکٹر تارا چند بھگتی کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں، کہ محبت کے جذبے کے ساتھ ایک دیوتا کی پوجا کی جائے یعنی خدا پر ذاتی ایمان اور عقیدہ اور اس سے ایسی محبت جیسے انسان سے ہوتی ہے ہر چیز کو اس کی خدمت کے لئے وقف کر دینا اور اس طریقے سے مکتی حاصل کرنا نہ کہ علم یا قربانی یا اعمال کے ذریعہ پھر وہ محبت کی تشریح کرتے ہیں کہ اس سے مراد ایسی محبت ہے کہ جس میں آقا کی صفات کا علم حاصل کرنے کے بعد پوری توجہ اس قابل پرستش ہستی کی طرف مبذول ہو جائے۔

ہندوؤں کے تصورات نجات کے مقابلے میں اسلام کا تصور فلاح انتہائی جامع ہے اور یہ قابل عمل ہے۔ یہ فطرت کے زیادہ قریب ہے اس کے مندرجہ ذیل پہلو مکتی کے مقابلے میں زیادہ نمایاں ہیں۔

۱۔ ذات پات اور مساوات

ہندوؤں کے ہاں نجات پانے کے لئے مختلف ذاتوں اور مختلف طبقات کے اعمال ہیں، برہمن کے لئے حصول علم، اور کشتری کے لئے میدان جنگ اور برہمن کو خیرات دینا ویش کے لئے زراعت و تجارت اور شودر کے لئے برہمنوں کی خدمات باعث نجات ہیں۔

لیکن اسلام میں ذات پات کی کوئی تقسیم نہیں کہ جس میں ایک قوم کے لئے باعث نجات کوئی عمل ہو اور دوسری کے لئے کوئی اور عمل۔

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرمؐ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن حکیم میں رب العزت نے مطلقاً فرما دیا سو الوزن یومئذن الحق فمن ثقلت موازینہ فا ولٰک ھم المفلحون (سورۃ اعراف)

اس آیت کریمہ میں عمومی طور پر یہ واضح کر دیا کہ جو

شخص نیک اعمال کرے اور اس کا نیکی کا پلڑا بھاری ہو تو وہ قیامت کے دن نجات حاصل کرے گا۔ خواہ جس قسم سے اس کا تعلق ہو۔

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم یعنی جو شخص زیادہ پرہیزگار، متقی خشیت الہی رکھنے والا ہو تو رب العزت کے ہاں اس کو زیادہ مقام حاصل ہے اور اسی طرح نبی کریمؐ نے فرمایا کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں الا بالتقوی

قرآن حکیم کے اندر ارشاد خداوندی ہے۔

ہم نے تمہارے گروہ اور قبائل بنائے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل احترام تم میں سب سے زیادہ متقی شخص ہے۔

گویا یہاں نیکی کو معاشرے میں معیار فضیلت قرار دیا ہے۔ اس کے اندر دو پہلو خاص طور پر نمایاں ہیں۔

ا۔ نیکی کے علاوہ اگر کسی دوسری چیز کو معیار قرار دیا جائے تو سب لوگوں کی توجہ اس کے حصول کی طرف ہو جائے گی اور نیکی سے ہٹ جائے گی جو کہ یقیناً ایک نقصان دہ چیز ہے۔

۲۔ نیک آدمی کبھی کسی معاشرے کے لئے نقصان دہ نہیں ہو سکتا لیکن دولتمند یا شہرت یافتہ آدمی معاشرے کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔

اسلام میں کوئی بھی محنت کر کے اعلیٰ ترین مقام حاصل کر سکتا ہے۔ برصغیر میں خاندان غلامان اس کی ایک روشن مثال ہے۔ نبی کریمؐ کے دور میں حضرت بلالؓ اور سلیمان فارسیؓ اور دیگر لوگوں کا مرتبہ کسی صحابی سے کم نہ تھا۔ حضرت بلالؓ کو حضور اکرمؐ نے اپنی اہل بیت میں شمار کیا۔ قرآن و حدیث میں متعدد مقامات پر انسانوں کو ایک ہی انسان کی اولاد قرار دے کر مساوات کے تصور کو اجاگر کیا گیا ہے۔

(جاری ہے)

بقیہ مولود کعبہ

الذھب شاہ سید محمد نور بخش قہستانی ص ۳۶) آپ کی ولادت خانہ کعبہ شریف میں ہوئی (شواہد النبوۃ ص ۱۲۸

ولد رضی اللہ عنہ بمکۃ داخل البیت الحرام علی قول یوم الجمعۃ ثالث عشر رجب الحرام ولم یولد فی بیت الحرام قبلہ احد اسواہ (نور الابصار ص ۸۵ علامہ شبلنجی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں۔

متواتر اخبار سے ثابت ہے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنی والدہ جناب فاطمہ بنت اسد کے ہاں کعبہ کے اندر پیدا ہوئے ولد علیؑ فی جوف الکعبۃ (ازالۃ الخفاء جلد دوم ص ۲۵۱)

کسے را میسر نہ شد این سعادت ، بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

کعبہ میں ولادت یقیناً شرف و کرامت کا اعلیٰ معیار اور اس کی بہترین صورت ہے

مذکورہ حوالہ جات اور حقائق کی روشنی میں یقین کر لینا چاہئے کہ حضرت علی علیہ السلام کی ولادت خانہ کعبہ ہی میں ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنی پاک زندگی میں جب بھی کوئی قسم کھاتے تھے تو برب الکعبۃ فرماتے تھے آخری لمحات میں جب ابن ملجم نے ظالمانہ حملہ کیا تو زخم کھاتے ہی آپ نے فرمایا فزت برب الکعبۃ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا۔

کتابیات

سلسلۃ الذھب: سید محمد نور بخش قہستانی
شواھد النبوۃ: مولانا عبدالرحمن جامی
نور الابصار: علامہ شبلنجی
ازالۃ الخفاء: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
نزھۃ المجالس: علامہ عبدالرحمن صفوری
روضۃ الشھداء: میر واعظ کاشفی ہروی
مشکل کشاء: صائم چشتی

(گزشتہ سے پیوستہ)

نفس مطمئنہ

رستم علی انجم

یہ نفس کی تیسری قسم ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے۔

تعریف

یہ وہ نفس ہے جو کسی صورت میں لذت و شہوت میں مبتلا نہیں ہوتا اور شیطانی اثرات سے بالکل محفوظ ہوتا ہے۔

اصطلاحات صوفیہ میں نفس مطمئنہ کی تعریف مندرجہ ذیل کلمات میں کی گئی ہے۔

"یہ قلب سلیم سے تعلق رکھتا ہے۔ صفات ذمیمہ سے بالکل پاک صاف ہے۔ اور اخلاق حمیدہ سے متصف ہے۔ ذوق و شوق سے عبادت و اطاعت الٰہی میں مصروف ہوتا ہے۔ ان آیات مبارکہ

"یایھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبدی وادخلی جنتی

یعنی "اے اطمینان والے نفس اپنے رب کی طرف لوٹ چل تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہو۔"

میں انہی لوگوں کی طرف خطاب ہے یہ نفس اولیاء کرام کو حاصل ہوتا ہے۔

نفس مطمئنہ کی خوبیاں

اس سے مراد وہ انسان ہے جو کسی شک و شبہ کے بغیر مکمل اطمینان قلب اور تیقن کے ساتھ اللہ العالمین کو رب اور دین حقہ اسلام کو اپنا مذہب قرار دے کر عقائد اسلام کے عین مطابق خالق کائنات کی عبادت و ریاضت میں شب روز گزارتے ہیں۔ وہ بادل ناخواستہ بندگی نہیں کرتے بلکہ ذوق و شوق اور عشق و سرور کے ساتھ بندگی کرتے ہیں جس سے وہ مقام یقین تک پہنچنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اس فرمان الٰہی واعبد ربک حتی یاتیک الیقین "اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو یہاں تک کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے" پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے اس وصف کی تکمیل کرتا ہے جس سے اس نے ایمان کا آغاز کیا تھا ساتھ ہی وہ مجیب الدعوات سے دعا کرتا رہتا ہے کہ

اللھم انی اسئلک ایمانا یباشر قلبی و اسئلک یقینا صادقا لیس بعدہ کفر و لا شرک و لا شک

پروردگار میں تجھ سے ایسے سچے یقین کا طلبگار ہوں جس کے حصول کے بعد کسی قسم کے کفر، شرک اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

یاد رہے نفس مطمئنہ کسی فرد بشر کو وراثت میں نہیں ملتا اور نہ ہی تن آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بلکہ مالک حقیقی کے کوچے میں ڈیرہ ڈال کر تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے بغیر اس کا حصول ممکن نہیں ہے۔ لیکن بعض اوقات بے علم اکابرین اور خود ساختہ مرشدین بلکہ مذہب کے لٹیروں نے سادہ لوح تصوف کے دلدادہ لوگوں کو راہ راست سے بھٹکا بھی دیا ہے۔ اور تصوف کے نام پر من مانی کی ہے اور طریقت کا فریب دے کر شریعت سے بھی لوگوں کو کوسوں دور لے بھاگے ہیں۔ ایسے واقعات سن کر باشعور حضرات کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جنہیں خود ساختہ مرشدین اپنائے رکھتے تھے۔ جن کی باقیات اب بھی موجود ہیں۔

اس لئے ہمیں چاہئے کہ آئمہ کرام کے اعمال و عقائد اور سلف صالحین کے انداز عبادت و ریاضت کو اپنایا جائے اطاعت نار سومات و خرافات کو تحقیق کے بعد رد کیا جائے۔ مادہ پرستی، شخصیت پرستی اور صنم پرستی کی بجائے بزرگ و برتر رب ذوالجلال کی بندگی کی جائے

اور پدرم سلطان بود کا نعرہ چھوڑ کر اسلام کے حقیقی پیروکار بن جائیں اور آداب طریقت و معرفت اور حقیقت کو کسی ایسی بزرگ ہستی سے حاصل کیا جائے جس نے بکثرت ریاضات و مجاہدے کئے ہوں، آداب ریاضت سے باخبر ہو اور جملہ خطرات سے آگاہ ہو۔ اور دوران ریاضت شیطانی حملوں کے جملہ طریقوں اور حربوں سے واقف ہو۔ تاکہ لطائف سبعہ، انوارت قنوعہ مکاشفات حقہ، اور تجلیات غیبیہ کے حقائق سے روشناس ہو سکیں۔ اور نفس مطمئنہ کی بشارت حاصل کر سکیں۔

وہ خوش نصیب لوگ جو نفس مطمئنہ کے مدارج سے گزر رہے ہوتے ہیں ان پر بہتان اور الزامات لگانا پرانی بات ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں حضرت جنید بغدادی اور ان کے ساتھیوں پر لگائے گئے الزامات کا تذکرہ "طبقات نوریہ" میں یوں کیا ہے

"بزرگان دین پر الزام تراشیاں علمائے سو، اور خشک مزاج دنیا پرست ملاؤں کی طرف سے ہر زمانے میں جاری و ساری رہی ہیں اور رہیں گی جن دنوں حضرت جنید بغدادی، ابوالحسن نوری اور شبلی سلوک ریاضت کی راہ میں تھے اور عالم صورت جاہل سیرت علماء سے کلی طور پرہیز کرتے تھے تو ان لوگوں نے ان تینوں پر کفر و نفاق کا الزام لگا کر حاکم وقت سے عرض کیا کہ اس جماعت کا مذہب زندقہ اور الحاد ہے اور ان کے اقوال و افعال سے بہت سا کفر و نفاق پیدا ہوتا ہے۔ جب حاکم وقت نے قتل کرنے کے لئے انہیں قاضی کے پاس بھیجا۔ قاضی کہنے لگا بغیر شرعی جواز کے انہیں قتل کرنا مناسب نہیں۔ ہم ان سے چند مسائل پوچھتے ہیں ان میں سے جنید تو عالم ہے مگر شبلی اور نوری چنداں علم نہیں رکھتے وہ جواب نہ دے سکیں گے تو ہم اسی بہانے انہیں قتل کریں گے۔ اس طرح قاضی نے نوری سے پوچھا فقہ میں زکواۃ کتنی واجب ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا تمہارے مذہب میں یا ہمارے مذہب میں؟ قاضی کہنے لگا ہمارے مذہب میں کیا واجب ہے؟ اور تمہارے مذہب میں کیا واجب ہے؟ ابوالحسن نوری جواباً فرماتے ہیں کہ تمہارے مذہب میں چالیس پر ایک اور دو سو پر پانچ، ہمارے مذہب میں اگر تمام دنیا ایک درویش کی ملکیت میں ہو اور وہ اس تمام دولت کو اللہ کی ایک لحظہ کی محبت اور معرفت کی نعمت پر قربان کر دے تو پھر بھی وہ اس سے عہدہ برا نہیں ہو گا۔ یہ بات سن کر انصاف پسند قاضی کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور حاکم وقت کو لکھ بھیجا خدا کی قسم اگر یہ لوگ کافر و زندیق ہیں تو میں فیصلہ کرتا ہوں کہ پھر روئے زمین پر کوئی بھی مومن و مسلمان نہیں ہے۔

اس قسم کے بے بنیاد الزامات حضرت شاہ ہمدان اور حضرت سید العارفین پر بھی لگائے گئے لہذا ایسے میں سالک راہ خدا کو چاہیئے کہ ان الزامات کو آزمائش الہی سمجھے اور حضرت شاہ سید محمد نور بخش نور اللہ مرقدہ وعلی اللہ مقامہ کے اس فرمان کو صدق دل سے تسلیم کرے۔

می رسد ایں جاہلاں از چار سو
موجب ایمان ہر مومن بود

"اس دنیا میں ہر مومن پر اس کے ایمان کی وجہ سے چاروں طرف سے آزمائشوں کی یلغار ہوتی ہے۔"

وز بلا ہائے عظیم او را کریم
می دہد در دوسرا اجر عظیم

اور اللہ عزوجل بڑے بڑے امتحانات کے ذریعے دونوں جہاں میں اسے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔"

اور صبر کی وجہ سے محبوب کی بارگاہ میں بلند درجات کا حامل بن جاتا ہے۔ اس لئے سالک کو چاہیئے کہ ان بدگوئیوں سے پریشان اور ان بدنصیب بدگو عالم نما جاہلوں سے الجھنے کی بجائے اس فرمان الہی پر (جسے رب العزت نے اپنے حبیبؐ کی شان بابرکت میں نازل فرمایا ہے) پر عمل کیا جائے۔

فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا ومن اناء الیل فسبح واطراف النھار لعلک ترضی

ترجمہ: پس آپ ان کی بدگوئیوں پر صبر کیجئے اور سورج کے نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے اللہ کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کیجئے اور رات کے دوران اور دن کے کناروں میں تسبیح بیان کیجئے تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کسی بھی زندہ ملت کے لئے اسلاف کے کارنامے قابل فخر اور ان کی پاکیزہ زندگی

حضرت شاہ ہمدان اور آٹھویں صدی ہجری کا ایشیائی تمدنی انقلاب

پروفیسر ڈاکٹر غلام علی الانا

امیر کبیر حضرت سید علی ہمدانی (۷۱۴ تا ۷۸۶ھ / ۱۳۱۴ تا ۱۳۸۵ء) شاہ ہمدان کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ وادی جموں و کشمیر اور نواحی علاقوں میں اپنی غیر معمولی تبلیغی اور ہمہ جہتی اصلاحی خدمات کی بنا پر انہیں حواری کشمیر کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یوں تو حضرت شاہ ہمدان کی زندگی، ان کے کارناموں اور افکار و تصانیف کے کئی پہلو توجہ طلب اور قابل گفتگو ہیں، مگر ان کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو ان کے وہ خصوصی اثرات ہیں جنہوں نے ہمہ گیر نتائج دکھائے۔ ان اثرات کا مطالعہ مظہر ہے کہ حضرت موصوف عوام کی طرح خواص اور حکمرانوں کے بھی مرشد اور رہنما رہے ہیں۔ یہ گفتار اسی موضوع کی توضیح میں ہے۔

حضرت شاہ ہمدان، طبقۂ امرا کے ایک فرد تھے۔ وہ حضرت سید شہاب الدین کے فرزند تھے جو ہمدان کے امرا میں ذکر کئے جاتے ہیں۔ ان کا ننہیال سمنان میں تھا اور بہت با اثر۔ ان کے ماموں مشہور عارف و صوفی سید علاؤ الدولہ سمنانی تھے (وفات ۷۳۶ھ) جو وادی عرفان میں وارد ہونے سے قبل امیر و حاکم رہے۔ شاہ ہمدان نے امارت کو خیرباد کہا اور والد کے ورثے سے نہایت جوانمردانہ کام انجام دیئے۔ انہوں نے غلام آزاد کئے، حاجت مندوں کی مدد کی، مساجد اور خانقاہیں بنوائیں اور کتب خانے کھلوائے۔ بادشاہوں اور امیروں کے ہاں ان کے اثر و رسوخ کی ایک وجہ ان کا خاندانی جاہ و مرتبہ تھا۔ دوسری وجہ ان کا بارعب حلیہ، تیزی نگاہ، شیریں گفتاری اور غیر معمولی بے باکی تھی۔ ان کے خاندانی جاہ اور ان کی پرکشش شخصیت نے انہیں ایک نہایت بااثر شخصیت بنا رکھا تھا جسے معاصر حاکم نظر انداز نہ کر سکتے تھے۔ ان کی روحانی اور علمی کمالات اس پر مستزاد تھے۔

تواریخ، تذکروں اور مناقب کی متعدد کتابوں کے علاوہ شاہ ہمدان کے مستند احوال و کمالات "خلاصۃ المناقب" نام کی کتاب میں ملتے ہیں۔ اسے شاہ موصوف کے دیرینہ مرید جعفر بدخشی (وفات ۷۹۹ھ) نے ان کی وفات کے فوراً بعد ۷۸۷ھ کے اوائل میں لکھا تھا۔ اس میں سنین کا ذکر البتہ ۷۷۳ھ سے شروع ہوتا ہے جب حضرت شاہ ہمدان اپنے آبائی وطن سے نقل مکانی کر کے ختلان آباد ہو گئے تھے۔ ختلان کو آج کل "کلیاب" کہتے ہیں اور حضرت شاہ ہمدان تاجیکستان (روس) کے اسی قصبے میں مدفون ہیں۔ ان کے اثر و رسوخ کا پہلا مظہر یہی تھا۔

۱۔ یہاں خواجہ اسحاق ختلانی (وفات / شہادت ۸۲۶ھ) ان کے مرید بنے جن سے شاہ ہمدان نے اپنی اکلوتی صاحبزادی بیاہ دی تھی۔

۲۔ یہاں امیر طوطی علی شاہ بھی ان کے مرید تھے۔ ان کے کہنے پر یہاں حضرت شاہ ہمدان نے اپنا رسالہ فتوت نامہ لکھا جس کے آخر میں ان کا سلسلہ خرقہ بھی لکھا ہوا ہے۔ اس امیر نے اپنی سخاوت اور جوانمردی سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچایا تھا۔

۳۔ شاہ ہمدان نے ایک قطعہ زمین خریدا۔ اس میں مسجد و خانقاہ بنوائی اور کتب خانہ دائر کر دیا۔ یہاں موصوف نے ایک وسیع تبلیغی اور اصلاحی نظام رائج کیا تھا۔

۴۔ یہاں سے حضرت شاہ ہمدان نے اپنے دو عزیزوں اور مریدوں کو بادشاہ کشمیر سلطان شہاب الدین شاہمیری (۵۵ - ۷۷۴ھ) کے دربار میں سفیر اور مبلغ کے طور پر بھیجا تھا۔ یہ میر سید حسین سمنانی اور میر سید تاج الدین سمنانی تھے۔ مقدم الذکر ۷۷۰ھ میں پہلی بار اور ۷۷۳ھ میں دوسری بار کشمیر آئے تھے۔

۵۔ یہیں حضرت شاہ ہمدان کا ۷۷۳ھ میں امیر تیمور گورکانی (۷۷۱-۸۰۷ھ) سے مناقشہ اور تنازعہ ہوا۔ اس چپقلش کی مفصل

روئیداور روضات الجنان وجنات الجنان نام کی کتاب کی جلد دوم میں ملتی ہے (روضہ ہشتم) اس کے مصنف حافظ ابن الکر بلائی تبریزی (وفات ۹۹۷ھ) ہیں۔ حضرت شاہ ہمدان نے امیر تیمور کی تہدید اور حکم جلاوطنی کے بہانے مذکورہ سال میں کشمیر کی طرف ہجرت کی تھی۔

حضرت شاہ ہمدان کے موجودہ تاجیکستان کے علاوہ بلخ و بخارا پر بھی اثرات تھے۔ وہ یہاں تبلیغ و ارشاد کی محفلیں گرم کرتے تھے۔ یہاں کا حاکم محمد بہرام شاہ ان کا مرید تھا۔ اس کی فرمائش پر شاہ ہمدان نے رسالہ واردات لکھا۔ اس بادشاہ کے نام ان کا ایک مفصل خط ملتا ہے، جسے رسالہ بہرام شاہیہ کا نام بھی دیا گیا ہے۔

حضرت شاہ ہمدان کے نفوذ کا ایک خطہ پھیلی تھا۔ یہ علاقہ مانسہرہ، نواح کشمیر اور موجودہ افغانستان کے علاقہ کنڑ تک محیط تھا۔ یہاں کا حاکم خضر شاہ بھی حضرت شاہ ہمدان کا مرید تھا۔ حضرت موصوف نے اپنا دلپذیر رسالہ فقریہ اس کی تلقین کے لئے لکھا تھا۔ شاہ ہمدان آخری ایام زندگی میں اس حاکم کے مہمان تھے۔ آپ نے ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ھ کو وہیں انتقال فرمایا اور ان کی وصیت کے مطابق ان کی نعش مبارک کو ختلان (کلیاب) لا کر دفن کیا گیا۔

یوں تو دہلی کے معاصر سلاطین تغلق بھی حضرت شاہ ہمدان کی جلالت شان سے واقف تھے اور ان کے اثرات سے وہ بھی بہرہ ور رہے مگر حضرت ممدوح کی سرگرمیوں کے بڑے مراکز وادی جموں و کشمیر اور نواحی علاقے گلگت اور بلتستان وغیرہ تھے۔

گلگت اور بلتستان کے مختلف مقامات پر شاہ ہمدان کی بنوائی ہوئی مساجد کے آثار اور ان کے ذاتی تبرکات جیسے آفتابہ اور عصا وغیرہ اب بھی موجود ہیں۔ ان دشوار گزار علاقوں کے وہ پہلے مبلغ اسلام تھے۔ البتہ وادی جموں و کشمیر میں ان کی خدمات کا مفصل تر حال ملتا ہے۔ نہ صرف ۳۷ ہزار افراد نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا بلکہ یہاں کی معاشی اور ثقافتی زندگی کو بھی شاہ ہمدان نے ہی بدلوایا ہے۔ شاہ ہمدان نے اپنی بابرکت زندگی کے آخری ۱۲ برس وادی کشمیر اور کوہستانی نواحی علاقوں میں گزارے۔ ان کے اکلوتے صاحبزادے میر سید محمد ہمدانی (۷۷۴ تا ۸۵۴) نے دریائے ابہت (موجودہ دریائے جہلم) کی گزرگاہ والے کوہستانی علاقوں میں بارہا گزر فرمایا اور تبلیغ و وعظ کی محفلیں گرم کیں۔ یہ بیشتر علاقے ان دنوں آزاد جموں و کشمیر حکومت کی قلمرو ہیں۔

ان مجمل اشاروں کے بعد ہمیں شاہ ہمدان کے مختلف نوع کے اثرات کی کسی قدر تفصیل فراہم کرنا ہے۔

معاصر ایران کے علاقوں میں شاہ ہمدان کے اثرات:

شاہ ہمدان کی ان کے مولد ہمدان میں سرگرمیوں کا ہمیں واضح علم نہیں۔ ہمیں علم ہے کہ ۷۳۳ تا ۷۵۴ھ کے ۲۱ سالہ دور میں وہ سفر میں رہے۔ واپسی پر وہ رشتہ ازدواج میں منسلک اور تبلیغی اور اصلاحی کاموں میں مشغول ہوئے۔ ان کے مرشدوں میں شیخ اخی علی دوستی سمنانی (وفات ۷۳۳ھ) اور شیخ اخی محمد ازکانی اسفرائینی (وفات ۷۷۸ھ) شامل تھے۔ "اخی" اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے جوانمردی اور سخاوت کو خاص آداب کے ساتھ اپنے وطیرہ و معمول بنا رکھا ہو۔ شاہ ہمدان کے کئی جوانمردانہ اعمال کتب مناقب میں منقول ملتے ہیں۔

وہ غلاموں کو آزاد کرتے رہے اور ان سے بیگار کا کام نہیں لیا۔ وہ مال و ثروت کو بانٹتے رہے اور اراضی اور جائیداد کو وقف کرتے رہے۔ قطعات اراضی خرید کر وہ مساجد اور مدارس بنواتے تھے اور خانقاہیں اور کتب خانے بھی تعمیر کرواتے تھے۔ انہوں نے مسافر خانے اور لنگر خانے بنوائے۔ ایسے بعض امور کا تعلق ختلان (کلیاب، تاجیکستان) اور بلخ و بدخشاں سے ہے۔

ختلان یا کلیاب کا قطعہ اراضی شاہ ہمدان نے وقف فی سبیل اللہ قرار دیا تھا۔ یہاں ان کے کتب خانہ میں ان کی اپنی تصانیف کی بھی تدریس ہوتی تھی۔ وہ ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم کے مداح تھے۔ انہوں نے اس کے مطالب کو فارسی میں خلاصہ کیا اور اپنا رسالہ اپنے مریدوں کو پڑھایا ان کے مختصر رسالے کا نام حل النصوص علی الفصوص ہے۔ ان کے مرید اسے مدرسہ ختلان میں دیگر طلباء کو پڑھاتے رہے ہیں۔ دوسرا شامل درس رسالہ مشارب الاذواق ہے جو ابن فارض مصری کے میمیہ قصیدے کی شرح ہے۔

اس علاقے کے امرا جیسے سید طوطی علی شاہ اور خواجہ اسحاق ختلانی نے مسافروں اور مراجعین کے لئے کئی سہولتوں کا اہتمام کر رکھا تھا۔ البتہ شاہ ہمدان کا روز افزوں اثر امیر تیمور اور اس کے کارپردازوں کو ایک آنکھ نہ بھایا۔ چنانچہ طرح طرح کے بہانوں سے امیر نے شاہ ہمدان کے ملک بدر کئے جانے کے احکام جاری کر دیئے۔

امیر تیمور کے ساتھ شاہ ہمدان کے مناقشے کا خلاصہ یہ ہے کہ امیر تیمور نے شاہ موصوف کے اثر و رسوخ کو اپنی سلطنت کے لئے خطرہ جانا اور شاہ ہمدان کی یقین دہانیوں کے باوجود کہ ان کے عزائم غیر سیاسی ہیں اس نے ان کے ملک بدر کرنے کا حکم دیا اور ان کے بااثر مریدوں کو سزائیں دیں۔ اس طرح شاہ ہمدانؒ اور ان کے سینکڑوں مریدوں نے مساجد میں پناہ لی اور کچھ عرصے بعد حضرت شاہ ہمدان سات سو سادات کے قافلے کے قائد بن کر کشمیر روانہ ہوئے۔ یہاں کے بادشاہ سلطان شہاب الدینؒ شاہمیری نے انہیں ان کے مریدوں میر سید حسن سمنانی اور میر سید تاج الدین ہمدانی کے ذریعے کشمیر آنے سے پہلے سے دعوت دے رکھی تھی۔ البتہ شاہ ہمدان نے ختلان میں دفن کئے جانے کی وصیت کی اور ان کے خاندان کے دس دوسرے افراد بھی ان کے مزار کے احاطے میں دفن ہیں اور یہ مقام تاجیکستان کی ایک معروف زیارت گاہ ہے۔ حضرت شاہ ہمدان کے ۳۲ خطوط کا جو مجموعہ ۱۹۸۵ء میں اقبال اکادمی لاہور نے شائع کیا اس میں میرزادہ میر کا سلطان طغان شاہ حاکم کنز، امیر موچلک، سلطان علاؤالدین یا علی لدین اور سلطان غیاث الدین حاکم پکھلی کے نام ان کے خطوط ملتے ہیں۔ بلخ اور بخارا میں تاجیکستان اور بدخشان کی طرح شاہ ہمدان کا غیر معمولی اثر رہا چنانچہ یہاں کے نام نہاد علما۔ نے شاہ موصوف کی بے حد مخالفت کی اور ایک دفعہ انہیں دعوت دے کر کھانے میں زہر ملا کر کھلا دیا۔ اس زہر کے اثرات شاہ ہمدان پر ساری عمر باقی رہے۔ اس علاقے کا حاکم سلطان محمد بہرام شاہ حضرت موصوف کا مرید بنا اس کی خاطر شاہ ہمدان نے رسالہ "واردات" لکھا جو واردات امیریہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ رسالہ خواجہ عبداللہ انصاری ہروی (وفات ۴۸۱ھ) کے اسی نام کے معروف رسالے کی تقلید میں ہے۔ اس کی عبارت نہایت فصیح او مسجع ہے۔ سلطان بہرام شاہ عمر بھر اس رابطے کو صبح کے ورد کے طور پر پڑھتا رہا۔ اسی سلطان کے نام شاہ ہمدان نے ایک مفصل خط لکھا جو رسالہ بہرام شاہیہ کے نام سے جداگانہ بھی موجود ہے۔ یہ رسالہ خدا ترسی، رعیت پروری اور نفاذ شریعت کی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ شاہ ہمدان اپنے مرید سلطان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ انکساری برتنے اور حقیقی تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ شاہی طمطراق اور شان و شکوہ غرور پیدا کرتے ہیں۔ شاہ ہمدان ظاہری چیزوں کے تجمل میں احتیاط برتنے کی تلقین کرتے ہیں کیونکہ تکبر و غرور سے کئی دوسرے عیب جنم لیتے ہیں۔

شاہ ہمدان کے زیر اثر سلطان محمد بہرام شاہ نے اپنی قلمرو میں شرع اسلامی کا نفاذ کیا اور عوام کی بہبودی کے کئی کام انجام دلوائے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ شاہ ہمدان کے زیر اثر آنے سے پہلے یہ سلطان نہایت ظالم اور بدمزاج تھا اور حضرت موصوف نے اس کی سیرت کو یوں بدلا کہ بعد میں لوگ اسے سلطان ولی کہنے لگے تھے۔

پکھلی اور کنز اس علاقے کے قریب ہیں جسے پہلے کافرستان کہتے تھے اور اب اسے نورستان کہتے ہیں۔ شاہ ہمدان ۷۷۴ھ میں اگرچہ کشمیر منتقل ہو گئے مگر وہاں کے حالات بہتر بنا کر اور اپنے ساتھی سادات کو مختلف فرائض سونپ کر وہ جن علاقوں میں تبلیغ کرنے جاتے رہے ان میں پکھلی اور کنز کے خطے اور گلگت اور بلتستان کے علاقے شامل تھے۔ پکھلی کے تین حاکموں، سلطان غیاث الدین، سلطان علاؤالدین اور سلطان خضر شاہ کے نام ان کے خطوط ملتے ہیں اور ایک خط کنز کے امیر طغان شاہ کے نام بھی موجود ہے۔ ان خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے کفار نے شاہ ہمدان کی اصلاحی اور تبلیغی سرگرمیوں میں روڑے اٹکانے کی کوشش کی اور انہیں طرح طرح کی دھمکیاں دیں۔ قلمرو کے والی نے شاہ ہمدان کی مجالس کو پر امن رکھنے کا وعدہ کر رکھا تھا مگر وہ وعدہ ایفا نہ کر سکا اس لئے شاہ ہمدان اپنے ایک خط میں سلطان غیاث الدین کو شکایت آمیز لہجے میں خطاب کرتے ہیں کہ

"..... اس خاکسار نے اس بدبخت علاقے سے روگرداں ہونا چاہا مگر آپ نے بااصرار مجھے روک دیا اور شاید ارادہ مشیئت بھی یہی تھا ..... آپ نے کہا تھا کہ میں امر

بالمعروف انجام دوں اور آپ شرع احکام کو قوت حاکمہ سے نافذ کریں گے مگر افسوس ہے کہ آپ کی حکومت ایسا نہ کرسکی۔ میرا خدا کے حضور وعدہ ہے کہ حق پوشی نہ کروں گا اور دنیا کے بدلے دین کو نہ بیچوں گا۔ آج جاہل کفار میرے خلاف نبرد آزما ہیں اور آپ اہل ایمان تماشابین ہیں۔ آپ کا خیال ہو کہ یہاں کے لوگ میرے ساتھ وہ سلوک کریں جو یزید نے میرے دادا حضرت حسینؓ کے ساتھ کیا تھا، تو ٹھیک ہے۔ میں ان صعوبتوں کو رحمت جانوں گا.... اگر زمین آتش بار بن جائے اور فلک شمشیر بار، تو بھی مجھے حق گوئی ہی اختیار کرنا ہے۔ اب آپ کا کام ہے کہ اپنے فرائض اور انجام کار کا سوچ لیں۔

بے ریا رہنمائی اور مخلص جذبہ اصلاح:

یہاں یہ نکتہ قابل ذکر ہے کہ شاہ ہمدان نے اپنی یا اپنے رفقا کی کسی احتیاج کی خاطر بادشاہوں اور امیروں کے سامنے کبھی دست سوال دراز نہیں کیا ہے۔ شاہ ہمدان ان محدود درا ویش میں شامل ہیں جو اپنی روزی ہاتھ پاؤں ہلا کر کماتے رہے اور دوسروں کو بھی یہی روش اپنانے کی تلقین کرتے رہے۔ خود ان کا مشغلہ کلاہ بافی تھا۔ ان کے ساتھی سادات اسی طرح کئی دوسرے ہنر اپنائے رہے۔ شاہ ہمدان نے امیروں اور بادشاہوں کو دوسروں کی مدد کے لئے آمادہ کیا اور کئی رفاہی کام انجام دلوائے مگر اپنے اثر و رسوخ سے کوئی ذاتی استفادہ نہ کیا۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ شاہ موصوف کی توجہ چند افراد کی بجائے پوری ایک قوم یا ملک پر رہی ہے۔ اور اسی مناسبت سے ان کے بارے میں علامہ اقبال کا "جاوید نامہ" میں یہ تبصرہ نہایت برمحل اور مناسب ہے کہ وہ معمار تقدیر امم تھے۔

وادی جموں و کشمیر پر شاہ ہمدان کے ہمہ گیر اثرات:

۷۷۴ھ میں جب شاہ ہمدان نے وادی کشمیر کی طرف ہجرت کی تو وہ برصغیر جنوبی ایشیا کی ایک نہایت ممتاز شخصیت بن چکے تھے۔ کشمیری مصنفین نے ان کی خدمات کی تفصیلات جمع کی ہیں اس لئے اس وسیع علاقے میں شاہ ہمدان کے اثرات کی واضح تصویر ہمارے سامنے موجود ہے۔

شاہ ہمدان نے اپنے دور تربیت میں ۷۴۱ھ میں باعمر ۲۷ سال کشمیر سے گزر فرمایا تھا۔ اس وقت یہاں کفر و اسلام کا گویا معرکہ برپا تھا جو ۷۲۵ھ میں حضرت بلبل شاہ سہروردی ترکستانی اور ۷۲۸ھ میں کشمیر کے پہلے حکمران سلطان صدر الدین کی وفات کے بعد برپا ہوا اور جسے آخر کار کشمیر کے دور اسلامی کے پہلے سلسلہ حکمرانی کے بانی سلطان شاہمیر نے سر کیا۔ شاہ ہمدان اس وقت یہ احساس لے کر لوٹے تھے کہ وادی میں تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں کی ضرورت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان شہاب الدین شاہمیری حضرت شاہ ہمدان کی شخصیت اور ان کی تعلیمات سے ان کے بعض مریدوں کے ذریعے آشنا ہو چکا تھا۔ چنانچہ ۷۶۰ھ اور پھر ۷۷۳ھ میں سلطان کے دربار میں حضرت موصوف کے دو بااثر مرید نظر آتے ہیں جو ان کے رشتہ دار بھی تھے اور جن کے ناموں کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اس سابقہ آشنائی کے بعد ۷۷۴ھ میں خود شاہ ہمدان سادات کے ایک قافلے کے ساتھ سری نگر میں وارد ہوئے۔ سلطان شہاب الدین اس وقت ہہند کے مقام پر بادشاہ دہلی سلطان فیروز شاہ تغلق کے ساتھ برسرپیکار تھا۔ ہہند موجودہ اٹک کے پاس ایک مقام تھا جو کشمیر کے شاہمیری اور دہلی کے تغلق بادشاہوں کے قلمروں کی سرحد تھا۔ یہ بھی یاد رہے کہ پنجاب کے اکثر علاقے پر اس زمانے میں تغلق حکمران تھے۔ قطب الدین شاہمیری سلطان شہاب الدین کا چھوٹا بھائی اور ولی عہد تھا اور اس نے سری نگر کے محلہ علاؤ الدین پورہ میں شاہ ہمدان اور ان کے رفقا کے لئے جگہ مخصوص کی اور انہیں نہایت عزم و احترام کے ساتھ پیش آیا۔ البتہ جنگ کی خبر سن کر حضرت شاہ ہمدان کشمیر میں نہ رکے اور ہہند کے محاذ جنگ پر جا پہنچے۔ تاریخ کے نادر واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ اس حق پرست درویش نے اپنے اثر و رسوخ کے ذریعے دونوں بادشاہوں کی صلح کروا دی اور ان کی سلطنت کی حدود مقرر کروا دیں۔

شاہ ہمدان کی کوشش کے نتیجے میں شہاب الدین شاہمیری اور فیروز شاہ تغلق نے پائیدار صلح کی خاطر رشتہ داریاں کر دیں۔ وہیں محاذ جنگ پر اعلان ہوا کہ فیروز شاہ تغلق کی تین

بیٹیاں شہاب الدین کے عزیزوں سے بیاہی جائیں گی۔ ایک سلطان قطب الدین سے منسلک ہوئی جو اس وقت ولی عہد تھا اور دوسری شہاب الدین کے بیٹے حسن خان سے منسوب ہوئی جبکہ تیسری کی نسبت سید حسن بہادر سمنانی سے طے ہوئی جو میر سید تاج الدین سمنانی کے فرزند اور شہاب الدین کی افواج کے سپہ سالار تھے۔ شاہ ہمدان کو معلوم ہوا کہ سلطان شہاب الدین نے غلطی سے دو سگی بہنوں سے نکاح کر رکھا تھا چنانچہ اپنے مرشد کے حکم کے مطابق سلطان نے ایک بیوی کو فوراً طلاق دے دی اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ شاہ ہمدان اپنا غیر معمولی اثر و رسوخ دکھا کر وہ ہند کے محاذ جنگ سے سری نگر واپس لوٹتے ہیں۔

خدمات و اثرات:

کشمیر میں شاہ ہمدان کو نسبتاً موافق ماحول ملا اور یہاں وہ اسلامی تمدن قائم کرنے کے قابل ہوئے انہوں نے ایک منظم تبلیغی نظام قائم کیا احکام اسلامی نافذ کروائے اور رفاہ عامہ کے کاموں کے لئے بادشاہوں اور امیروں کو ترغیب دی۔ اس کے نتیجے میں کئی مساجد، خانقاہ اور کتب خانے کھلے اور تالاب، چشمے اور کشادہ راستے بنے۔ شاہ ہمدان اور ان کے رفقانے کوشش و کار کی اہمیت سب پر واضح کی اور انہی کی کوششوں سے شال بافی اور قالین سازی کی نیم مردہ دستکاریاں اس طرح زندہ ہوئیں گویا کہ ایرانی دستی صنعتیں یہاں منتقل ہو گئیں اور اس طرح کشمیر، ایران صغیر بن گیا۔ اس سلسلے میں سلطان شہاب الدین اور سلطان قطب الدین نے شاہ ہمدان کے کام کو عملی جامہ پہنایا اور ان صنعتوں کی سرکاری طور پر سرپرستی کی۔

شاہ ہمدان نے اسلامی ممالک کی زبانوں عربی و فارسی کو کشمیر میں رواج دینے کے لئے بھرپور کوشش کی۔ انہوں نے اور ان کے رفقاء نے کئی کتب خانے کھلوائے اور ایک کتب خانہ بادشاہ قطب الدین کے حکم سے قائم ہوا جس سے استفادہ کرنے والے بڑے نامور لوگ تھے۔ سری نگر میں اپنی آمد کے کچھ مدت بعد انہوں نے مدرسۃ القرآن قائم کروایا۔ اس مدرسے کی بعد میں اتنی شہرت ہوئی کہ قرب و جوار کے ممالک کے طلاب اور افراد وہاں آنے لگے۔ کشمیر کے معروف قاری ابو المشائخ شیخ عثمان اس مدرسۃ القرآن کے فارغ التحصیل تھے۔ انہیں امام القراء کا لقب دیا گیا تھا۔ مدرسۃ القرآن کو سلطان شہاب الدین نے قائم کروایا تھا اور اس کے جانشین سلطان قطب الدین نے مدرسۃ السنہ دائر کروایا جہاں عربی اور فارسی کی تدریس ہوتی تھی۔ یہ سلطان اچھا زبان دان تھا اور فارسی کا شاعر بھی۔ بہر حال کتب خانوں، خانقاہوں اور مدراس کی تاسیس کے ذریعے شاہ ہمدان نے اپنے حلقۂ اثر "از ہمدان تا کشمیر" میں ایک علمی اور لوگوں کے فکری و دینی ارتقاء کی فضا قائم کر دی۔ شاہ ہمدان جب کشمیر میں موجود ہوتے تو وہ فجر کی نماز کے بعد اس مقام پر درس و وعظ کی محفل منعقد کرتے تھے جہاں خانقاہ معلیٰ یا مسجد شاہ ہمدان قائم ہے۔ ان کی محفل میں بادشاہ، امراء، علماء اور شاہی خاندا۔ کے افراد شامل ہوا کرتے تھے۔

کشمیر میں شاہ ہمدان کی آمد کے زمانہ تک کہنہ رسوم اور غیر مسلموں کے سے آداب اور لباس کا چلن تھا۔ انہوں نے بادشاہوں اور امیروں کو قائل کیا کہ وہ اپنے لباس اور وضع قطع برصغیر کے مسلم اکثریت والے علاقوں اور قرب و جوار کے ممالک کے مسلمانوں کی سی اختیار کریں۔ اس طرح زبان کے ساتھ ساتھ لباس اور رہن سہن کے طریقے بھی کشمیری مسلمانوں نے وہ اختیار کئے جو ان کے تمدن کو ممتاز کرنے لگے۔ کشمیری زبان بھی اب عربی و فارسی رسم الخط میں لکھی جانے لگی تھی۔ شاہ ہمدان کا رسالہ آداب مریدین، اگرچہ صوفیانہ تربیت سے بحث کرتا ہے مگر اس میں رات دن کے وہ معمولات بھی درج ہیں جو ایک مسلمان اور شائستہ آدمی کو اختیار کرنا چاہئے۔ شاہ ہمدان نے اسلامی سادگی کی تعلیم دی۔ حقیقی معذور افراد کی انہوں نے مدد کی اور دوسروں کو ان کی امداد پہ اکسایا، مگر بیکاری اور سستی کو برداشت نہ کرتے تھے۔ اس لئے ان کی لائی ہوئی ثقافت کوشش و کار کی مظہر رہی۔ وادی جموں و کشمیر کے بارے میں بالخصوص یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ شاہ ہمدان نے یہاں ایسے تمدن کی بنیاد ڈالی جس کی جڑیں اب تک غیر متزلزل ہیں اور آئندہ بھی ایسے ہی رہیں گی۔ یہ بات غور طلب ہے کہ آٹھویں صدی ہجری میں اس خطے میں چند ہزار افراد مسلمان تھے اور اب ان کی تعداد کئی لاکھ ہے اور وہ اس علاقے کے واضح اکثریت ہیں خالص ادبی نقطہ نگاہ سے شاہ ہمدان کی کوششیں چشم گیر رہیں۔ ان کا ارادت مند کشمیری بادشاہ قطب الدین فارسی میں شعر کہتا

تھا اور اگرچہ اس وقت فارسی برصغیر میں کئی صدیوں سے اپنے پاؤں جما چکی تھی مگر وادی کشمیر کا خطہ دیکھتے ہی دیکھتے بازی لے گیا اور بعد میں یہاں اس زبان سے شعر و ادب اور دیگر علوم و فنون کا اس قدر سرمایہ اکٹھا کیا کہ برصغیر کا کوئی دوسرا خطہ کمیت اور شاید مجموعی کیفیت کے لحاظ سے اس مرکز کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

شاہ ہمدان کا ایک نہایت اثر انگیز رسالہ "عقبات" ہے جو انہوں نے سلطان قطب الدین کے لئے لکھا تھا۔ اس رسالے کو قدوسیہ کا نام بھی دیتے ہیں۔ عقبات عقبہ کی جمع ہے جس کے معنی تنگ مقام اور گھاٹی کے ہیں اور یہ لفظ سورۃ البلد کی گیارہویں آیت میں استعمال ہوا ہے۔ مصنف کے نزدیک ظلم، غرور، کنجوسی اور گناہ پر دلیری چار خطرناک گھاٹیاں ہیں جن سے ایک مسلمان بادشاہ اور امیر کو بچنا چاہئے۔ جس بادشاہ نے خدا خوفی اختیار نہ کی، مال و دولت کو رعایا کی بہبود پر خرچ نہ کیا اور مغرورانہ اور ظالمانہ روش اختیار کی وہ دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب کی گھاٹیوں سے بچ نہیں سکتا۔ بظاہر اسی بادشاہ کی فرمائش پر شاہ ہمدان نے اپنی کتاب "ذخیرۃ الملوک" لکھی جو اسلام کے سیاسی اور اخلاقی نظام پر ایک نہایت جامع تصنیف ہے یہ کتاب مکمل یا جزوی صورت میں اردو، پشتو، ترکی، فرانسیسی اور لاطینی میں ترجمہ ہوئی ہے۔ اس کتاب میں ایمان و عقائد سے بحث ہے اور اس نظام حکمرانی پر عمل کرنے کی تلقین ہے جسے بعض حاکم پیغمبروں اور خلفائے راشدین نے پرکھا ہے۔ اس کتاب میں اسلامی نظام اخلاق کے تمام تر خدوخال واضح کئے گئے ہیں۔ مصنف کا بیان قرآن مجید، احادیث رسول اور ثقہ مصنفین کی تحریروں پر مبنی ہے۔ اس کتاب میں وہ عالم دین زیادہ ہیں اور صوفی کم۔

نگاہ بازگشت:

حضرت شاہ ہمدان نے آٹھویں صدی ہجری میں براعظم ایشیا کے ایک وسیع علاقے میں عظیم تمدنی اور ثقافتی انقلاب برپا کر دیا۔ ان کا لایا ہوا انقلاب دینی تو تھا ہی مگر اس کے ذیلی اجزا کو علمی، ثقافتی، صنعتی، تمدنی اور اقتصادی کہا جا سکتا ہے۔ مگر سب سے پہلے ان تغیرات کی بانی وہ با اثر شخصیت توجہ طلب بنتی ہے جس کے مریدین میں ختلان (تاجکستان) بلخ و بخارا، کنڑ، پکھلی، گلگت و بلتستان اور جموں و کشمیر وغیرہ کے امراء اور حکام شامل تھے۔ انہوں نے اپنے اثر و رسوخ سے کام لیتے ہوئے عوام کی کایا پلٹوائی۔

اسلامی تمدن کے تداول کے سلسلے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ شاہ ہمدان نے فرقہ وارانہ اختلافات کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ چنانچہ کتاب ذخیرۃ الملوک میں لکھتے ہیں کہ حنفی اور شافعی طریقوں کے پیروں کو ذرا ذرا سے اختلافات پر ایک دوسرے سے نہیں الجھنا چاہئے۔ ہر کوئی اپنے طریقے پر چلتا رہے اور دوسرا اس کا استہزا نہ کرے۔ شاہ ہمدان کی توجہ اسلام کی بنیادی تعلیمات پر تھی۔ اس لئے انہوں نے کوشش کی کہ مسلمان معاشرہ اونچ نیچ کے تصور سے بیگانہ ہو اور سب مسلمان آپس میں متحد ہوں۔ چنانچہ انہوں نے مختلف گروہوں اور طبقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے درمیان رابطے قائم کئے اور رشتہ داریاں کروائیں۔ ان رشتہ داریوں میں سادات اور غیر سادات کے رشتے بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔

ان مختلف اشارات کی روشنی میں ہم یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ شاہ ہمدان نے اپنے زمانے میں نہ صرف روحانی اور علمی انقلاب برپا کیا بلکہ تہذیب و تمدن کی ترقی کے مضبوط رہنما اصول پیش کئے اور ایک معاشی اور صنعتی دیگر گونی کو سامنے لائے جس کے بعض نقوش اب تک معدوم نہیں ہوئے۔ اپنی ان ہمہ گیر تمدنی خدمات اور جامع رہبرانہ صفات کے پیش نظر حضرت شاہ ہمدان صوفیہ، عرفا اور علماء کے زمرے میں ایک ایسی علمی شخصیت ہیں، جن کی مثالیں شاید زیادہ نہ مل سکیں گی۔

اعلان

غیر معمولی تاخیر کی وجہ سے اس دفعہ قارئین کے خطوط مؤخر کر دیئے گئے ہیں۔ انشاء اللہ اگلے شمارے میں شائع کئے جائیں گے۔ انتظار کے لئے معذرت خواہ ہیں۔

(ادارہ)

عظمت شاہ ہمدانؒ

پروفیسر پریشان خٹک

انسانی تاریخ گواہ ہے کہ ہر قوم، ملت اور تہذیب میں ایسا وقت ضرور آتا ہے جب اسے ایسی برگزیدہ ہستی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو اسے گمراہی اور قعر مذلت سے نکال کر جہاں مادی زندگی میں ترقی وارتقاء کے راستے پر ڈالے، وہیں روحانی علائق میں خدا کی سمت جانے والے صراط مستقیم کو از سرنو شناخت بھی کروائے۔ ہزاروں لاکھوں سال تک یہ فریضہ وصف پیغمبری تھا اور خاتم الانبیاء رحمت اللعالمین قطب اجمعین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو اشاعت اسلام کے ذریعے شریعت کی تکمیل کا کام مکمل ہوا اور انبیاء کی آمد کا سلسلہ بھی آپ کی آمد کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، کہ آپ کی ذات بابرکات کے فیض سے باقی کام امت کے مشاہیر، فقہائے دین اور صوفیائے کرام نے انجام دینا تھا اور ہم دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادنیٰ غلاموں نے عرب سے اٹھنے والی ان

رحمت کی لہروں کو فرانس سے لے کر مشرق بعید تک پھیلا کر ختم نبوت کا عملی ثبوت دیا کہ آپ کی امت کا ہر فرد خدا کی وحدانیت اور حب رسول کی رحمت سے سرشار و سرفراز تھا برصغیر پاک وہند میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو عام کرنے اور جہالت کے اندھیروں سے انسان کو نکالنے کے لئے جہاں مسلمان عسکریت نے اپنا شاندار کردار ادا کیا وہیں سے صوفیائے کرام اور فقہائے دین نے بھی دین الٰہ کی طرف لوگوں کو لانے میں اپنی زندگیوں کا بیشتر حصہ صرف کیا۔ حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ، حضرت رکن الدین عالمؒ، حضرت بہاؤالدین ذکریاؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت بختیار کاکیؒ، حضرت فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت نظام الدین اولیاؒ، حضرت علاؤالدین صابرؒ، حضرت سلطان باہوؒ، حضرت رحمان باباؒ، حضرت عبداللطیفؒ (بری امام)، حضرت مجدد الف ثانیؒ، سوات کے حضرت شاہ مرزا، بے شمار نام گنتے جایئے، ایک طویل فہرست ایسے صوفیا اولیاء اور فقہا کی بنتی جائے گی، جنہوں نے برصغیر کے اندھیروں میں اسلام کی روشنی پھیلائی۔ "شاہ ہمدان" ہی تھے جنہوں نے کشمیر کی وادیوں کو دین الٰہ کی روشنی سے سرفراز کیا اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو جہاں نجات کا راستہ دکھایا، وہیں بہتر زندگی گزارنے کے ڈھنگ بھی سکھائے اور اپنی ساری زندگی اسلام اور مسلمانوں کے لئے وقف کر دی۔

حضرت شاہ ہمدان، جنہیں بلاشبہ "محسن اعظم کشمیری" کے نام سے پکارا جاسکتا ہے، ایران کے مردم خیز خطے، "ہمدان" میں پیدا ہوئے اور آغاز زندگی سے ہی اپنی حق گوئی، راست بازی اور نیکی وتقویٰ کے سبب جہاں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد میں اپنے لئے عزت وتوقیر پیدا کر چکے تھے۔ وہیں حکمرانوں کو آپ کا چال چلن پسند نہیں تھا۔ انہی میں امیر تیمور بھی تھا جو آپ کی تعلیمات کو اپنی حکمرانی کے لئے خطرہ سمجھتا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ حکمرانوں کے لئے صوفیاء ہمیشہ خطرہ رہے ہیں، مگر سب کے لئے نہیں ان کے لئے جو ارشادات ربانی اور فرمودات نبویؐ کو پس پشت ڈال کر اقتدار کو وسیع کرتے ہیں اور امیر تیمور کے لئے ان کا وجود اس لئے خطرہ بن گیا تھا۔ آپ امیر تیمور سے الجھ کر مسلمانان ہمدان کی زندگیوں کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ہجرت کا فیصلہ کیا۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ انہوں نے ہجرت کا فیصلہ اپنی مرضی سے نہیں کیا۔ بلکہ اللہ کے بندے اپنی مرضی کے نہیں، خدا اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے پابند ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک بار مدینہ منورہ میں انہیں بشارت ہوئی کہ کشمیر کی وادیوں میں اسلام کے نام کی شمعیں روشن کرنی ہیں، اور یہی بشارت بندہ خدا کے لئے حکم بن گئی۔

روایت ہے کہ وہ سات سو پر مشتمل قافلہ سادات کے ساتھ کشمیر میں داخل ہو کر اسلام کی شمع روشن کرنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے دست مبارک پر مسلمان ہونے والے ہندوؤں کی تعداد سینتیس ہزار تک پہنچ گئی یہ جہاں ان کی شخصیت کا کمال تھا وہیں خدائے ذوالجلال کی مہربانی اور رسول خدا کی شفقت آمیز اور ذات پات سے آزاد تعلیمات بھی تھیں۔

شاہ ہمدان کو مرد حق کہنا مناسب ہو گا۔ وہ اس بات کو جو شرع اسلام کے خلاف تھی حاکم وقت کے منہ پر کہہ دینے سے خوف زدہ نہیں ہوتے تھے۔ کشمیر کا بادشاہ قطب الدین ان کا بہت احترام کرتا تھا۔ مگر جب انہوں نے قطب الدین کو غیر شرعی کام کرتے دیکھا تو ٹوکنے سے باز نہیں رہے۔ نہ ہی بادشاہ کی ناراضگی کا خطرہ ان کے سامنے تھا اور نہ عزت و توقیر کے چلے جانے کا خدشہ وہ اگر چاہتے تو مصلحت اختیار کرتے مگر انہوں نے دنیاوی عزت و احترام کے لئے رضائے الٰہی کو قربان نہیں کیا اور بادشاہ کے اس عمل پر سخت برہمی کا اظہار کیا کہ اس نے دو سگی بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھا ہوا ہے جو خلاف شرع ہے۔ قطب الدین کو جونہی اس بات کا پتہ چلا اس نے فوراً اس حرکت سے اجتناب برتا اور ایک بیوی کو طلاق دے کر توبہ استغفار کی۔ یہ اسلام کی برکات اور بزرگوں کا شیوہ۔۔۔۔ آج کہاں ہیں؟ ایسے مسلمان جو منہ پر کسی کو غیر شرعی کام سے روک سکیں، بلکہ اس پر تنقید کر سکیں۔ سچ تو یہ ہے کہ کسی حاکم کی غیر شرعی بات پر تنقید کرنے کے لئے شاہ ہمدان جیسے کردار کی بہت ضرورت ہے، اور شاہ ہمدان بننے کے لئے زندگی کی نعمتوں کی بجائے پر خطر مگر خدا کے نزدیک معتبر راستے کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔

حضرت شاہ ہمدانؒ کے فیض و برکات کے ہزاروں واقعات دہرائے جا سکتے ہیں۔ وہ تو ایک ایسی شخصیت تھے جن کی ذات جلال و جمال اور روحانی عزت و مرتبت سے پر ہے۔ آپ ہمدانؒ میں ۱۳۱۴ عیسوی میں حاکم ہمدان کے گھر پیدا ہوئے تھے اور حاکم بننے کی بجائے حکمرانوں کے لئے راستی کا پیمبر بن گئے۔ انہوں نے "ذخیرۃ الملوک" تحریر کی اور حکمرانوں کو بتایا کہ ہمیں اس طرح حکومت کر کے عوام دوستی اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ ان کی عربی فارسی تصانیف کی تعداد ایک سو ستر بتائی جاتی ہے۔ مگر "ذخیرۃ الملوک" میں صبر و شکر روحانی اسرار و رموز، ایمان کی شرائط، حقوق العباد اور حقوق اللہ کی ادائیگی احکام اخلاق، حسن خلق، کے ساتھ ساتھ سلطنت و امارت پر بھی مبسوط بحث کی ہے۔ جن سے ان کی عالمانہ فضیلت، سیاسی بصیرت، مذہبی روشن خیالی، حسن اخلاق کی بلندی اور وسیع النظری کا پتہ چلتا ہے۔

کشمیر میں اکثر سلاطین آپ سے رہنمائی حاصل کرتے، آپ کی تعظیم کرتے آپ کو اپنا مرشد مانتے اور ارادت میں داخل تھے مگر انہوں نے دنیاوی جاہ و جلال کی بجائے اپنی درویشی میں رہتے ہوئے انہیں ہر وہ مشورہ دیا جو دین الٰہ کی حدود میں مسلمانوں اور ریاست میں دوسرے لوگوں کی فلاح کے لئے تھا۔ کیا آج کی دنیا میں خوشامدیوں اور موقع پرستوں کی بھیڑ میں گم حکمرانوں کو ایسے مرد حق اور مرد مجاہد کی ضرورت نہیں ہے؟ یقیناً آج کی دنیا میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں مگر ہماری آنکھوں پر چڑھے ہوئے پردے ان تک پہنچنے میں مانع ہیں اور یہی سبب ہے کہ آج ہم مسلمان دنیا میں بے توقیر ہیں کہ ہم نے اپنے اسلاف کے گیت تو گائے ہیں مگر ان پر چلنا پسند نہیں کیا، یا ہماری مصلحتوں نے ہمیں ایسا کرنے سے روکا۔

آج ہمیں ایسے لوگوں کی تلاش ہے جو شاہ ہمدان کی طرح باپ سے آداب شاہی سیکھنے کی بجائے حصول علم اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راغب ہوں۔ جو اپنے آرام و آسائش کی بجائے شاہ ہمدان کی طرح سب کچھ بیچ کر تین بار مشرق سے مغرب کا سفر کریں اور عجائب عالم سے مسلمانوں کی بگڑی ہوئی اخلاقی مذہبی اور سیاسی صورت حال کو سہارا دیں۔

"سفر وسیلہ ظفر ہوتا ہے" جہاں یہ تجربات سے پر اور جہان تازہ سے روشناس کراتا ہے۔ وہیں اذیت ناک لمحے بھی سامنے آتے ہیں ایک مرد مومن کی شناخت یہی ہے کہ وہ خدا کی زمین پر پھیلی ہوئی اس کی برکات و فیوض کو تلاش کرے اور پھر عوام الناس کے لئے ان کی ارزانی کرے۔ حضرت شاہ ہمدان کی خوبی یہی ہے کہ جہاں مضبوط قوت ایمانی انہیں فیاضی سے عطا تھی وہیں دنیاوی سفر کے دوران انہیں صعوبتوں اور اذیتوں نے بہت کچھ سکھایا۔ انہوں نے روسی ترکستان، بلخ، بدخشاں، یزد، شام، حجاز، روم اور ماوراالہند کا سفر کیا۔ دنیا کو دیکھا، معاشروں کو

باقی صفحہ ۳۲

حضرت شاہ ہمدان اور تزکیہ قلب

ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر

شاہ ہمدان کی تمام تر تعلیمات کا لب لباب ہے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں جلوہ افروز تھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ علم و عرفان کی محفل جاری تھی کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے، شمع رسالت کے پروانوں نے پوچھا یارسول اللہ کیاآپ کے ساتھ بھی ارشاد ہوا۔جی ہاں مگر میں نے اسے مسلمان کر لیا ہے۔

اپنے باطن کے اندر متمکن شیطان کو مسلمان بنانا ہی انسانیت کا کمال ہے اسی امر کی جانب شیخ فرید الدین عطارؒ نے اشارہ کیا ہے کہ شیطان انسان کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے جب انسان خلوص قلب اور توجہ سے ذکر الٰہی کرتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے لیکن اگر انسان اس کا مقابلہ اور مقاومت نہ کر سکے تو شیطانی قوتیں انسان پر غالب آجاتی ہیں اور وہ شر کا مظہر بن جاتا ہے اس دور کا انسان تو اس قدر کمزور ہے کہ وہ شیطان سے مقابلہ کرنے کی بجائے اس کے اشاروں کا تابع ہے وہ تو اتنا کم ہمت ہے کہ شیطان اس سے حضور الٰہی میں شکایت کرتا ہے کہ دیکھ میں اس قدر خوددار اور صاحب ارادہ ہوں کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ تو رب جلیل ہے تیری عظمت وجلالت کے سامنے ڈٹ گیا اور سجدہ سے انکار کیا مگر یہ انسان اس قدر بے بصرت اور کم ہمت ہے کہ جانتا ہے کہ میں راندہ بارگاہ ازلی ہوں مگر میرے ایک اشارے پر عمل کرتا ہے اس میں انکار کی مجال نہیں تو مجھے کمزور حریف سے نجات دے اور کسی ایسے مرد مجاہد کے ساتھ مقاومت کرا جو میری گردن مروڑ دے اس کی نگاہ میرے وجود میں لرزہ پیدا کر دے ایک "حق پرست مرد" ہو جسے شکست دے کر مجھے بھی لذت نصیب ہو۔ان خیالات کا اظہار علامہ اقبال نے جاوید نامہ میں کیا۔اشعار ملاحظہ فرمائیں:۔

از چنین سیدی مرا آزاد کن
طاعت دریوزہ من یاد کن
پست ازو آن ہمت والای من
وای من ای وای من، ای وای من
فطرت او خام عزم او ضعیف
تاب یک ضربم نیارد این حریف
بندہ صاحب نظر باید مرا
یک حریف پختہ تر باید مرا
بندہ باید کہ پیچد گردنم
لرزہ اندازد نگاہش در تنم
اے خدا یک زندہ مرد حق پرست
لذتی شاید کہ یابم در شکست

"جاوید نامہ"

ان اشعار کے لفظوں کا نفسیاتی جائزہ اور علامہ اقبال کی شاعری کے کرداروں کا مطالعہ اگر پیش نظر ہو تو واضح ہوتا ہے کہ یہاں "زندہ مرد حق پرست" سے مراد سید علی ہمدانیؒ ہیں جن کی جلالت آمیز نگاہ نے شیطان کو لرزہ براندام کر دیا۔اپنے نفس کو اس کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رکھا، اسی کا نام تزکیہ نفس ہے۔ جس کے لئے دعائے خلیل اور نوید مسیحا صحنۂ عالم میں بلند ہوئی سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی غرض و غایت ہی "یزکیھم" فرمائی گئی۔قرآن مجید میں پہلے سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا اور پھر سورہ جمعہ میں کہ:

"اللہ کا مومنوں پر احسان ہے کہ اس نے ان پر انہی میں سے پیغمبر کو مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے ان کے نفوس کو پاکیزہ بناتا ہے انہیں حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

حضورؐ کی تعلیمات سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے قدسی نفوس راہ ہدایت میں مینارہ نور بنے اور ان میں

حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے اپنے نفس کو اس طرح مطیع و مزکی کیا کہ علامہ اقبال کے رموزِ بیخودی میں توجیہہ فرمائی کہ جو بھی فرماندہ نفس بن جائے وہ ان بے پناہ قوتوں کا مالک ہو سکتا ہے کہ اگر اشارہ کرے تو آفتاب پلٹ سکتا ہے۔ اسی لئے صوفیا کے تمام سلسلے سوائے ایک کے حضرت علی کرم اللہ وجھہ پر منتہی ہوتے ہیں۔ ان کی تمام تر ریاضتوں اور مجاہدوں کا مقصد انسان کی ظاہری اور باطنی اصلاح، نفس کا تزکیہ اور قلب کا تصفیہ ہے۔

وہ قرآن مجید کی اس آیہ مبارکہ کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

"قد افلح من زکھا و قد خاب من دسھا

جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ کیا اس نے فلاح پائی اور جس نے اپنے نفس کو آلودہ کیا وہ ناکام رہا۔

نفس کی کیفیتیں، عوامل اور موثرات ایک بسیط موضوع ہے جو ہر دور میں عارفین کا موضوع رہا۔ اسی پر تسلط رکھنے کے لئے اسی کی معرفت لازم ہے اس لئے حضرت علی نے فرمایا ہے "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ معرفت ذات کے یہ جاننا ضروری ہے کہ نفس کی تین حالتیں ہیں جن کے تحت ان کے نام یہ ہیں۔

نفس امارہ:

وہ نفس جو برائی پر خود کو تنبیہہ کرے اور لعنت ملامت کرتا رہے نفس لوامہ کہلاتا ہے یہ کبھی برائی کرتا ہے کبھی اچھائی کرتا ہے، احساس ندامت رکھتا ہے۔

نفس مطمئنہ:

اس حالت میں انسان نفس کی سرکشی کو اس طرح مطیع کرتا ہے کہ اس کا ہر عمل رضائے ربی بن جاتا ہے اس کا ارادہ مشیت الٰہی ہوتا ہے۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی

کا مظہر ہوتا ہے وہ طمانیت کی اس منزل پر فائز ہوتا ہے جہاں پر راہ حق سے اسے دنیا کی کوئی قوت نہیں ہٹا سکتی امام حسینؑ کی مانند حضور الٰہی میں اپنی ہر چیز جان، مال، اولاد پیش کر دیتا ہے وہ سر قربان کر سکتا ہے مگر باطل کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتا اور اس تسلیم و رضا پر نہ صرف خود مطمئن ہوتا ہے بلکہ اس کے موقف پر قائم ساتھی وہ طمانیت رکھتے ہوئے صفحہ عالم پر نقش دوام ثبت کرتے ہیں "الہ العالمین" ان کے لئے حمد سرا ہے

"یا ایتھا المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی"

اے نفس مطمئنہ رکھنے والو اپنے پروردگار کے حضور تم لوٹو اس طرح کہ تم اسے راضی ہو اور وہ تم سے راضی ہو۔ پس میرے بندگان کی صف میں شامل ہو جاؤ اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔

مرضیات الٰہی کو پانے والا ایسا انسان گویا اپنا نفس اس کی راہ میں دے دیتا ہے۔ و من الناس من یشتری .... الخ کے مصداق وہ عبدہ ہوتا ہے۔ نفس مطمئنہ کی اس منزل کو پانے کا انحصار انسان کے قلب پر ہے جس کی تصدیق اس کے عمل سے اور اظہار زبان سے ہوتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے۔

المرء باصغرہ قلبہ و لسانہ

انسانیت کا مدار دو چھوٹی چیزوں پر ہے ایک کا نام قلب ہے اور دوسری کا نام زبان ہے جن کی حفاظت کے لئے تاکید فرمائی گئی کہ دل وسوسوں اور اندیشوں سے پاک ہو اس میں نور ایمان کے سوا اور کچھ نہ ہو ایمان کی تجلیات کے لحاظ سے دل کی بھی تین کیفیتیں ہیں اور ان کے نام یہ ہیں۔

قلب اسود:

وہ دل جو اقتباس نور سے کلیتہً عاری اور محروم ہو، شیطانی ظلمت نے اسے پوری طرح تاریک کر دیا ہو۔ ہدایت کی کوئی کرن اسے جلا نہ بخش سکے ایسے دلوں کو کہا گیا فلا ھادی لھم صلاح پذیری کی توقع ہی نہ رہے۔

قلب اغلف:

پردے میں لپٹا ہوا دل جو کبھی روشن ہو جائے اور کبھی ظلمت پوش رہے ۔ یہ مذبذبین کا دل ہے کبھی بھٹکتا ہے کبھی سنورتا ہے۔

قلب اجود:

روشن دل جسے آفتاب ہدایت نے سراپا نور بنا دیا ہو، انوار الٰہی کی تجلیات کا مرکز ہو ایسے قلب کو عارفین نے کہا "قلب المؤمن عرش اللہ" یعنی صاحب ایمان کا دل انوار الٰہی کی جلوہ گاہ ہے۔

قلب انسانی سرچشمہ اعمال ہے تمام اعضاء وجوارح دل کے تابع ہیں ۔ ترجمان وحی حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ۔

"انسان کے اندر ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے اگر وہ صلاح پذیر ہو تو تمام جسد صلاح پاتا ہے اگر وفاسد ہو تو تمام جسد ہی فاسد ہو جاتا ہے۔"

قرآن مجید میں اس حقیقت کی وضاحت یوں فرمائی گئی۔

فانها لا تعمی الابصار و لکن تعمی القلوب التی فی الصدور

"آنکھیں تو اندھی نہیں ہوتیں مگر تمہارے سینوں کے اندر دھڑکتے دل اندھے ہو جاتے ہیں۔"

اس لحاظ سے پھر دل چار نوعیت کے ہیں۔

اسود ۔ کافر کا دل

اغلف ۔ منافق کا دل

مصفح ۔ متردد کا دل

اجود ۔ مومن کا دل

سورہ مجادلہ میں فرمایا گیا۔

"اولئک کتب فی قلوبهم الایمان"

ان کے دلوں میں ایمان نقش کر دیا گیا ہے۔

تصوف میں تمام ریاضتیں اور کاوشیں اسی لئے ہوتی ہیں کہ نفس امارہ سے مطمئنہ بن جائے اور قلب اسود سے اجود ہو جائے امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کے اقوال، احوال اور اعمال کا جب ہم بغور مطالعہ کرتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ ان کی ریاضتیں کس قدر طویل عرصے پر محیط ہیں، جو انہوں نے سید علاء الدولہ سمنانیؒ سے (تصوف میں اعلیٰ مقام رکھنے کے علاوہ شاہ ہمدان کے ماموں بھی تھے) شروع کیں، اخی علی دوستی اور شیخ محمود مزدقانی سے جس طرح استفاضہ کیا ان سب کا مقصد اپنی ذات کی اصلاح تھی ۔ اس کی ایک جھلک میں آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں ۔ جو نور الدین جعفر بدخشی نے خلاصۃ المناقب میں لکھی ہے ۔ شاہ ہمدان فرماتے ہیں ۔

"میں خواب میں، جمال جہاں آرائے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوا ۔ دیکھا حضور علیہ الصلوۃ والسلام ایک بلند مقام پر تشریف فرما ہیں ۔ میں نے قدم بوسی کے لئے جانا چاہا ۔ فرمایا
شیخ محمود مزدقانی کی خدمت میں جا تا کہ وہ تجھے یہاں تک لائے ، تعمیل ارشاد میں میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا،

انہوں نے کہا اے علی اگر تم خانقاہ میں خدمت کے لئے آئے ہو تو میں تمہاری خدمت کروں گا کیونکہ مرید کو خدمت میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے اور اگر تم خدمت کے لئے حاضر ہوئے ہو تو تمہیں دل وجان سے خدمت بجالانا ہے ۔ پھر انہوں نے سید کو مامور کیا کہ وہ "ذکر" کے ساتھ ساتھ سیاہ غلام (جو خانقاہ میں بیت الخلا کی صفائی کرتا تھا) کے جوتے اس کے سامنے رکھا کریں ۔
چنانچہ فرماتے ہیں:۔
"میں شیخ کی رہنمائی میں ذکر بھی کرتا اور غلام کی خدمت بھی بجا لاتا تھا ۔ سال کے بعد شیخ سے گزارش کی کہ مجھے صفائی کرنے کا حکم دیں اور غلام کو میرے بجائے "ذکر" کرنے کا حکم دیں ۔

یہ ایک نفسیاتی نکتہ ہے کہ سید آئے ہی ذکر کے لئے تھا اور غلام صفائی پر مامور تھا سال بھر کی خدمت کے باوجود جب شیخ

نے اس کو جاری رکھا تو سید کو ناگوار گزرا اس کی علت یہ تھی کہ شیخ جانتے تھے کہ علی ہمدانی خاندان سادات کا فرد ہونے کی وجہ سے حسب ونسب پر نازاں ہیں چونکہ ہمدان کی امارت بھی ان کے پدر گرامی کے پاس تھی اس لئے منصب کا فخر بھی شامل ہو گا۔ آباء واجداد اور حسب ونسب پر فخر یا منصب پر گھمنڈ دو ایسے غرور ہیں جسے دل کی گہرائیوں سے نکالنا کافی مشکل امر ہے اس کے ساتھ مکتب میں تحصیل علم اور منزل سلوک طے کرنے کے لحاظ سے بھی طالب خود کو دوسروں سے برتر گردانتا ہے، جہاں پر سید نے انہی احساسات کی بنا۔ پر بات کی تھی اب یہ شیخ کی نگاہ کامل تھی کہ وہ تربیت کے دوران سالک کے دل سے پندار غرور ختم کر کے اسے شکست نفس کا درس دیں، چنانچہ شیخ نے انتہائی خود اعتمادی سے فرمایا "کناس مبرز خانقاہ را پاک می سازد

و تو نفس خود را پاک نمی توانی ساخت

برو در خلوت وہمت بلند داد تا بد آید کار"

یعنی غلام تو بیت الخلا (ایسی جگہ جسے تو غلیظ جانتا ہے اس کے خادم کی خدمت کرنا اپنی توہین سمجھتا ہے) صاف کرتا ہے تو اپنے نفس کو (جسے برتر قرار دیتا ہے) بھی پاکیزہ نہیں بنا سکتا جاؤ خلوت میں جاکر اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ تا کہ مطلوب حاصل ہو سکے۔

اب جو ذکر۔ خلوص قلب سے شروع کیا تو حضوری کی کیفیت طاری ہونی شروع ہوئی محویت اور سرشاری کا ایسا کیف ہوا کہ ذکر سننے کی ہمت نہ رہی۔ شیخ نے حکم دیا کوئی علی کے قریب نہ جائے کہ جان جانے کا ڈر ہے، بے قراری اور تڑپ تھی کہ جاتی نہ تھی، تین ماہ تک زنجیروں میں باندھے رکھا۔

چھ سال خلوت میں اس طرح گزارے کہ کوئی غلط یا جھوٹی بات کبھی زبان پر نہ آئی چلے کے دنوں کے علاوہ صبح وظیفے کے بعد بیلچے سے بھی کام کرتے تھے۔ چھ برس کی ریاضت شاقہ کے بعد شیخ علی دوستی کی خدمت میں بھیجے گئے۔ شیخ علی دوستی بھی صبح کے وظیفے سے فراغت کے بعد کوئی نہ کوئی ایسا کام کرنے کا حکم دیتے تھے جس سے دینی یا دنیاوی فائدہ حاصل ہوتا تھا، اگر نہ شیخ حکم دیتے کہ ان پتھروں کو اٹھا کر وہاں جمع کریں پھر فرماتے اب دوسری جگہ لے جاکر رکھیں اس طرح پتھروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے رہتے ہمدان جیسے پہاڑی علاقے میں یہ ریاضت کافی مشکل تھی، ایک دن سید علی نے سوال کیا "در

نقل سنگ ہا فایدہ چیست"

باوجودیکہ اخی علی دوستی، سید علی ہمدانی کا انتہائی احترام کرتے تھے جتنا ان کے ماموں شیخ علاء الدولہ سمنانی کا، مگر سلوک میں پہلا قدم بلا چون وچرا اطاعت ہے اس لئے اخی کی مرشدانہ غیرت جوش میں آئی، جوتا اتارا اور سید کی اس زور سے مارا کہ نشان بن گیا اور کہا

"فایدہ آنست کہ کفار نفوس در زمرہ اہل

اسلام در آیند"

یعنی فائدہ یہ ہے کہ تمہارے کافر نفوس زمرہ اسلام میں داخل ہو جائیں شکست نفس، پاسداری ادب، اطاعت مرشد محبت کے وہ قرینے ہیں جو زبان سے کلمہ توحید سے اقرار کے ساتھ نگاہ و دل کو بھی مسلمان کرتے ہیں اور یہی تصوف کا سب سے بڑا ثمرہ ہے۔ ان دو واقعات سے آپ نے غور کیا کہ محراب عبادت میں ذکر الٰہی کی تنویر پانے کے ساتھ بدنی ریاضت اور دستی کام کو بھی اتنی ہی اہمیت دی گئی چنانچہ اب شاہ ہمدانؒ نے جو اثر لیا وہ اس قدر گہرا اور موثر تھا کہ ان کے قلب منور کی جلوہ ریزیاں مریدوں کو بھی باصفا کرنے لگیں ان کی فراست ایمانی جب کسی کو مرید بناتی تو پھر اک نگاہ سے آنے والوں کی تقدیریں پلٹ جاتی تھیں وہ دل و جان سے نچھاور ہوتے، اسی لئے علامہ اقبال نے شاہ ہمدانؒ کو "مرشد نگاہ، کہا قلب انسانی پر ان کی اثر پذیری کا ذکر کرتے ہوئے آنے والی نسلوں کو سکھایا ہے کہ اٹھو اور ان کی تعلیمات سے اپنے دل میں گداز پیدا کرو۔

یک نگاہ او کشاید صد گرہ
خیز و تیرش را بدل راہی بدہ

پاکیزگی نفس و قلب کے سلسلے میں شاہ ہمدان نے جو آلام برداشت کئے ان کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے خود کو امام زین العابدینؓ کی مانند کہا ہے امام عالی مقام کا لقب سید الساجدین، زین العابدین سے ہی ظاہر ہے کہ وہ محراب عبادت کی تنویر تھے شاہ ہمدان کا خود کو امام موصوف کا مثیل قرار دینا اس بات کا اعتراف ہے کہ عبادت گزاری، سوز دروں، رقت قلب، گریہ نیم شبی اور آہ سحر گہی آپ کا شعار ہے اور نہ صرف عبادت

گزاری بلکہ ضبط نفس اور تزکیہ باطن میں امام زین العابدین کی مانند ہیں جو مصائب و آلام میں بھی مطمئن اور راضی برضا ہیں۔ دل اس کی محبت میں سرشار زبان اس کے ورد میں مصروف ہے چنانچہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے آپ کے ورد "اوراد فتحیہ" کے نام سے مقبول خاص و عام ہیں یہ دل کی گہرائیوں کی پکار ہے جو عبد کو معبود کی معیت کا احساس دلاتی ہے۔ ایسی زمانہ سلوک میں یہ مناجات بھی آپ کی زبان پر جاری تھی۔

الا ایھا المامول فی کل حاجتہ
رجوتک فاکشف ضر مابی و فاقتی
الا یا رجائی انت کاشف کربتی
فھب لی ذنوبی واقض حاجتی

یہ ایک دلپذیر دعا ہے عربی دان سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر جامع ہے جس میں پکارنے والا اپنے آپ کا خالق کائنات ہی کو ملجا و ماویٰ جانتا ہے۔ یعنی اے تمام حاجتوں میں میری امیدوں کے مرکز، میں نے تیری ذات سے لو لگائی ہے تو میرے غم کو دور کر اور فاقہ درویشی کو اپنی عطا سے نواز، اے میری پناہ گاہ تو ہی میرا کرب دور کرنے والا ہے، پس میرے گناہ معاف کر اور میری حاجت برلا۔

دعا، مناجات اور ذکر نفس مطمئنہ کے شئونات ہیں جن سے وہ دنیا کی کسی بھی اور قوت کو اپنا مرکز و محور نہیں بناتا بلکہ اس کا "مامول" صرف اور صرف رب کائنات ہی ہوتا ہے او سید تو حافظ قرآن بھی تھے اور شیرین الحسن بھی آپ کی پرسوز تلاوت سامعین کے دلوں کو گداز دیتی تھی۔

صدق عمل و قول کے بعد شکست نفس اور حضوری الہ العالمین کے لئے دوسری اہم ترین چیز اکل حلال ہے یعنی وادی سلوک کا اہم قدم حرم و احتیاط ہے کہ انسان محتاط طریقے سے حاصل کیا ہوا رزق کھائے، عمل فسق و حرام کی مانند لقمہ حرام سے بھی محفوظ رہے، شاہ ہمدان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حرام تو درکنار مشتبہ چیز بھی کھالے تو خواہ مادر زاد ولی کیوں نہ ہو، حجاب ظلماتی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شاہ ہمدان اپنے ہاتھ سے کام کر کے رزق کماتے تھے نہ صرف خود بلکہ اپنے شاگردوں کو بھی مختلف ہنر، فن اور دستکاری کے کام سیکھنے کا حکم دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے جلو میں چلنے والی مریدوں کی جماعت جہاں "اوراد فتحیہ" کا نغمہ لے کر کشمیر آئی وہاں متعدد ہنر اور فن بھی ساتھ لائے آج کشمیر میں چوب کاری، دستکاری، قالین بافی، سوزن کاری، عمارت سازی کے تمام کام شاہ ہمدانؒ ہی کی نگاہ ناز کے اثر سے ہیں کہ انہوں نے کشمیر کو ہر لحاظ سے "ایران صغیر" بنا دیا۔ خود اپنے کسب حلال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے "واقعہ" میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرما رہے تھے "کسب حلال سے کھانا چاہئے" میں نے گزارش کی کہ کیا کام کروں، فرمایا "کلاہ دوزی"

پہلی بار جب ٹوپی سی تو اس کی تراش خراش اچھی نہ تھی، فروخت کرنے میں شرم مانع ہوئی اسے لے جا کر چھپا دیا، اتنے میں ایک مرید آیا تو میں نے دیکھا اس کے ہاتھ میں وہی ٹوپی ہے پوچھنے لگا کہ آیا یہ ٹوپی میں نے سی ہے، جواب دیا جی ہاں۔ اس نے گزارش کی اب اجازت ہو تو یہ کلاہ جو آپ کے دست مبارک سے تیار ہوئی، بطور تبرک اپنے سر پر سجا لوں۔

میں نے اس واقعے کو اس لئے بیان کیا ہے کہ واضح ہو جائے کہ شاہ ہمدانؒ کا طریق اور مسلک کتنا محرک ہے اس میں جمود نہیں بلکہ عمل ہے انہوں نے صرف "اللہ ھو" میں مصروف رہ کر خود اور اپنے ساتھیوں کو عمل سے بیگانہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے ساتھ ایک ایسی جماعت تیار کی جس کا دل ایمان سے سرشار، زبان اس کے ذکر میں مشغول اور ہاتھ ہنرکاری میں ماہر تھے انہوں نے کلید دین سے در دنیا کشودن کا درس دیا یعنی احکام دین کی متابعت میں دنیاوی فرائض کی بجا آوری ہو یہی اسلام کی شان ہے خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب صفہ کی جماعت اور تمام صحابہ کرام کے ساتھ ذکر و فکر بھی کیا۔ علم و عرفان سے بھی دلوں کو بصیرت عطا کی، خرد و دانش کو بھی جلا بخشی، میدان جہاد میں بھی صف شکن رہے۔ شاہ ہمدانؒ اسی سنت عالیہ کے علمبردار تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ اور ان کے سات سو ساتھی شکست خوردہ اور بے عملی کا شکار نہ تھے بلکہ وہ ایسے ولولہ خیز مجاہد اپنے ساتھ لائے جو راتوں کو حضور الٰہی میں سجدہ ریز ہوتے، دنوں کو صف شکن "رحماء بینھم" اور "اشداء علی الکفار" کی عملی تفسیر تھے اسی لئے شاعر مشرق نے آپ کو "معمار

تقدیر امم " کہا ہے کہ آٹھویں صدی ہجری میں انہوں نے ایسے موثر کردار پیش کئے جنہوں نے کشمیر خطہ مینو نظیر کی قسمت بدل دی۔ کوہساروں کی چوٹیاں نعرہ تکبیر سے گونج اٹھیں تقریباً سینتیس ہزار لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، شاہ ہمدانؒ کی قیادت میں شعائر دین بھی سیکھتے رہے۔

شاہ ہمدانؒ نے تزکیہ نفس سے اپنے اندر جو صوفیانہ فراست اور قائدانہ وجاہت اخذ کی تھی، حکیم ملت نے چشم بصیرت سے اسے دیکھا اور دل کی گہرائیوں سے قبول کیا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ جس "مرد مومن" اور مثالی انسان کا تخیل پیش کرتے ہیں وہ انہیں "شاہ ہمدانؒ" کی جامع صفات ذات میں نظر آتا ہے اس لئے جاوید نامہ میں شاہ ہمدانؒ کی ذات عالیہ سے جو سوال کرتے ہیں اور ان کے افکار سے جو جوابات پیش کئے گئے وہ امیر کبیرؒ کی عظمت کے ترجمان ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ اس بطل جلیل کو شاعر مشرق اس صدی کا سب سے بڑا انسان تصور کرتے ہیں جس کے ہاتھ میں "اشہب دوران" ہے اس لئے علامہ قوم کو تلقین کرتے ہیں کہ اپنے قلب و نظر کو شاہ ہمدانؒ کی تعلیم سے منور کرو۔

تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی راہ میں سب سے بڑی قوت جو مانع ہوتی ہے وہ شیطان ہے۔ علامہ کا تصور ابلیس سید علی ہمدانیؒ کے افکار سے ماخوذ ہے چنانچہ انہوں نے خیر و شر کی حقیقت واضح کرنے کے لئے اس کا جواب شاہ ہمدانؒ سے طلب کیا ہے یہ جواب ہی در حقیقت سید موصوف کی عملی زندگی کا ترجمان ہے "" رزم باد یو است آدم را جمال " اس مشت خاک کے لئے شیطان سے مقابلے کی جو آزمائش ہے وہ اس کی خوابیدہ قوتوں کو نکھار بخشنے کے لئے ہے کہ تیغ کی مانند ہے اور شیطان فسان ہے جس پر ٹوٹ پڑنے سے تو شمشیر براں بن جاتا ہے طاقتور دشمن سے مقابلے ہی سے انسان کی خوابیدہ صلاحیتیں بروئے کار آتی ہیں انسانی نفس میں پوشیدہ شیطان کی تسخیر بھی مجاہدہ ہے یہ اتنا کٹھن اور صبر آزما ہوتا ہے کہ حضور سرور کائناتؐ نے اسے "جہاد اکبر" سے تعبیر کیا ہے۔ شاہ ہمدانؒ کی تمام زندگی اسی مجاہدے میں گزری۔ اعلائے کلمہ حق ان کا شعار تھا تیمور جیسے حاکم کے سامنے آپ کے آئین حق گوئی اور بیباکی میں فرق نہیں آیا۔ اپنے اس موقف کی وضاحت فرماتے ہوئے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں،

اگر زمین و آسمان آگ اگلنے لگیں تو بھی میں صرف حق بات ہی کہوں گا۔ رسالہ فتوحیہ میں آپ نے حقیقی جوانمرد کی تعریف یہ کی ہے "جوانمرد وہ ہے جو شیطانی قوتوں کی بیخ کنی کرے

شاہ ہمدان رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت سیرت اور بلندی کردار کے اتنے نقوش ہیں کہ اگر بیان کریں تو کرتے ہی چلے جائیں مختصراً یہ کہ سید امیر کبیر نے جہاں اپنی ساری زندگی تزکیہ نفس میں بسر کی حلقہ ارادت میں آنے والوں کی رہنمائی کی وہاں آنے والی نسلوں کو فراموش نہیں کیا بلکہ ان کی رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کے انمٹ آثار چھوڑے ہیں جو جریدہ عالم پر ثبت ہیں چنانچہ اگر آپ ذکر سے قلب منور کرنا چاہتے ہیں تو اوراد فتحیہ کو حرز جان بنائیں اگر آپ سوز و گداز حاصل کرنا چاہتے ہیں تو رسالہ واردات پڑھیں۔ آپ عرفان و معرفت میں رہنمائی چاہتے ہیں تو شاہ ہمدان کے رسالہ حل الفصوص و مشارب الاذواق و رسالہ عقبات پر غور و خوض کریں مو توا قبل ان تموتوا کی حقیقت کو پانا چاہتے ہیں ان کے رسالہ " دہ قاعدہ " کا مطالعہ کریں۔

تخلقوا باخلاق اللہ کی تعمیل میں اخلاقی فضائل اخذ کرنا چاہتے ہیں تو رسالہ مکارم الاخلاق پیش نظر رکھیں درویشی آداب سمجھنے کے لئے ان کا رسالہ درویشیہ پڑھیں۔ ولدیت علی بن ابی طالب سے فیضان کے طلبگار ہیں تو شاہ ہمدانؒ کی مؤدۃ القربیٰ۔ چہل حدیث، سبعین امیر یہ کو سمجھیں۔

جوانمردی کے رموز سے آگاہی چاہتے ہیں تو آپ کے رسالہ فتوحیہ کو رہبر بنائیں۔ لوگوں کے مختلف طبقات اور ان کے عوامل سے روشناس ہونا چاہتے ہیں تو آپ کی تحریر "طبقات مردم" پر غور کریں۔

انسانی نفس کا عرفان چاہتے ہیں تو آپ کے رسالہ نفسیہ کو سمجھیں۔ قیافہ شناسی میں مہارت چاہتے ہیں تو رسالہ انسان نامہ دیکھیں۔

شہود کی منزلیں طے کرنی ہیں تو "شرح مشکل حل" کو پیش نظر رکھیں عقل و دانش کی آگہی کے لئے رسالہ عقلیہ پڑھیں

ذکر سے سرشاری کے لئے رسالہ "ذکریہ" سے رہنمائی پائیں۔

باقی صفحہ ۳۹

آپ کے مسائل اور ان کا حل

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

اس شمارے میں محترم حوالدار غالب سرمیکی این ایل آئی سینٹر بونجی کے پانچ سوالات کے جوابات اور محترم محمد اسحاق شاکر کندوس والے کے ایک سوال کا جواب گویا کل چھ سوالات کے جوابات شائع کیے گئے ہیں۔

سوال 1 ۔ کیا غسل جنابت کیے بغیر نذر کے تحت کسی منذور چیز کی ادائیگی کا فریضہ انجام دینا جائز ہے؟

سوال 2 ۔ کیا غسل خانے میں ننگے پیر غسل کرنے پر جوتے پہنتے وقت دوبارہ پیروں کو دھونا پڑے گا؟

سوال 3 ۔ غسل کرنے کے بعد باتھ روم میں تولیہ وغیرہ گر جائے تو کیا ہوگا؟

سوال 4 ۔ اگر خون ولادت خود بخود یا انجکشن وغیرہ کی وجہ سے بند ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال 5 ۔ اگر کسی عورت کو نماز تسبیح پڑھنے کا طریقہ نہ آتا ہو تو کیا کوئی اور آدمی باہر سے اس کا استاد بن سکتا ہے؟

ج 1 ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اگر کسی شخص کو کسی خاص حالت کے تحت غسل جنابت واجب ہونے کے بعد غسل کرنے سے پہلے اپنی طرف سے مانی گئی نذر کے تحت منذور چیز کو اس کے مصرف پر پہنچانے کی ضرورت پڑے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ کیونکہ شرعاً نذر ماننے کے لئے بھی پاک ہونا ضروری نہیں لہذا منذور چیز کی ادائیگی کے لئے بھی پاک ہونا ضروری نہیں دسمبر کے شمارے میں بھی اسی نوعیت کے ایک سوال کا جواب شائع کیا جا چکا ہے۔

ج 2 ۔ پیروں کو دوبارہ دھونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ج 3 ۔ غسل سے فراغت پانے پر اگر باتھ روم میں تولیہ گر جائے یا کوئی اور کپڑا گر جائے تو تولیہ وغیرہ کی پاکی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ غسل مکمل ہونے پر جس طرح آدمی پاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے غسل خانے کا فرش بھی پاک ہو جاتا ہے۔ خواہ فرش پر تھوڑا سا پانی ٹھہر جاتا ہو یا نہ ٹھہرتا ہو ہر حال میں فرش شرعاً پاک قرار پاتا ہے۔ لہذا پاک چیز پر تولیہ وغیرہ گرنے سے وہ ناپاک نہیں ہوں گے۔

ج 4 ۔ حضور والا نفاس کی کم سے کم مدت تو ایک لمحہ بھی ہو سکتی ہے۔ لہذا زچگی کے بعد اگر خون خود بخود رک جائے یا انجکشن وغیرہ کی وجہ سے خون فوراً بند ہو جائے تو شرعاً نفاس کی مدت ختم ہو گئی۔ لہذا اس کے بعد اس پر غسل نفاس واجب ہو جائے گا اور وہ غسل کر کے نماز وغیرہ کی ادائیگی کی پابند ہو گی۔ خون بند ہونے پر اس کے لئے مزید انتظار کی شرعاً گنجائش نہیں ہے۔

ج 5 ۔ نماز تسبیح وجوب کی حامل نہیں ہے بلکہ افضل نوافل میں سے ہے اس کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے۔ اگر کسی عورت کو اس نماز کی ادائیگی کا طریقہ نہ آتا ہو۔ وہ خود اس کی بجاآوری کو ترستی رہتی ہو تو وہ پہلے اپنے شوہر سے اس کا طریقہ معلوم کرے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو اپنے کسی اور محرم شخص سے اس کا طریقہ سیکھ لے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی استانی کو زحمت دے۔ موجودہ دور میں ہر علاقے میں قابل پڑھے لکھے افراد کی کوئی کمی نہیں چنانچہ اس کے لئے نماز تسبیح پڑھنے کا طریقہ جان لینا کوئی مشکل کام نہیں۔ وہ کسی قابل خاتون کو امامت کی زحمت دے کر بھی اس کا طریقہ جان سکتی ہے کیونکہ عورت عورت کی امامت کر سکتی ہے۔ گویا عورتوں کے لئے نماز جماعت کی امامت کوئی عورت ہی کر سکتی ہے۔ مرد بھی عورتوں کی امامت کر سکتا ہے بشرطیکہ انکے ساتھ کم از کم ایک مرد ماموم بھی ہو اور عورتیں بالکل ان کے پیچھے صف باندھ کر نماز جماعت پڑھ لیں۔ اگر ماموم بننے والی عورتیں تمام کی تمام مرد امام کی ذی رحم محرم ہوں تو مرد ماموم کے نہ ہونے کی صورت میں بھی امامت درست ہو گی۔

س: اگر واجب غسل کی بجاآوری کے بغیر آدمی موت کی نیند سو جائے تو اس کے غسل کا کیا بنے گا؟

سائل محمد اسحاق شاکر کندوس

ج: بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم سائل صاحب آپ خوب غور سے پڑھیں کہ غسل جنابت، غسل حیض، غسل نفاس، غسل استحاضہ اور غسل مس میت ۔ یہ پانچ کے پانچ اغسال زندوں کے ساتھ مخصوص ہیں ۔ جب انسان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے تو زندوں کے ساتھ مخصوص حکم بھی مرنے والے کے حق میں ساقط ہو جاتا ہے ۔ اس تمہید سے آپ کو اپنے سوال کا جواب معلوم کرنے میں بڑی آسانی ہو گی ۔ ایک آدمی کو ان واجب اغسال میں کوئی سا غسل درپیش ہو اور وہ غسل کی بجاآوری کے بغیر انتقال کر جائے تو اس کے حق میں وہ واجب غسل ساقط ہو جائے گا ۔ جو اس کے زندہ ہونے کی صورت میں اس پر عائد ہوا تھا ۔ کیونکہ یہ واجب اغسال استقامت صلواۃ کے لئے ہیں ۔ زندگی ختم ہونے کی وجہ سے اب اس کے حق میں استباحت صلواۃ کی خاطر بجا لائے جانے والے

غسل کی ضرورت بھی یکسر ختم ہو گئی ۔ لہذا موت واقع ہونے پر اس پر صرف مردے کے احکام لاگو ہوں گے ۔ کسی مردے پر زندوں کا حکم لاگو کرنا اور اس کو غسل جنابت وغیرہ بھی دینا انتہائی مضحکہ خیز بات ہے ۔ اس قسم کی زحمت گوارا نہ کیجئے ۔ ہاں اگر غسل واجب ہونے کے بعد ایک وقت کی نماز فوت ہو چکی ہو یا کئی اوقات کی نمازیں اس کی سستی کی وجہ سے فوت ہو چکی ہوں تو فوت شدہ نمازوں کی قضا اس کی وصیت کی صورت میں واجب ہو گی اور اگر وہ اس کے لئے کوئی وصیت نہ کر گیا ہو تو وارث حضرات کے ذ واجب نہیں ہو گی ۔ البتہ وارث حضرات کے لئے بہتر ہو گا کہ وہ اس کی فوت شدہ نمازوں کی قضا بجا لائے ۔ امید ہے کہ محترم غالب سرسنگی اور محترم محمد اسحاق شاکر ان جوابات سے مطمئن ہوں گے نیز قارئین کرام بھی بخوبی مستفید ہوں گے ۔

بقیہ عظمت شاہ ہمدان

دیکھا ۔ لوگوں کو دیکھا اور مسلمانوں کے لئے بہتری کی راہیں تلاش کیں ۔ یہ سفر اس دور میں کئے ۔ جب سفر کرنا زندگی کو خطرے میں ڈالنے سے کم نہیں تھا ۔ اسی خطر پسند طبیعت نے

انہیں عالمانہ بصیرت عطا کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے عہد سے پہلے کشمیر کے تمدنی، تہذیبی اور ثقافتی زاویے کیا تھے؟ اسلام تھا ۔ مگر مسلمانوں کی شناخت کیا تھی؟ یہ حضرت شہ ہمدان کا کمال ہے کہ انہوں نے جہاں اسلام کا پیغام دیا وہیں اسلامی تمدن اور تہذیب و ثقافت کی بنیاد بھی رکھی اور ٹھہرے ہوئے ۔ گلے سڑے معاشرے میں تازگی اور انقلاب آفرین تبدیلیاں برپا کیں ۔ ان کی تعلیمات کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ اسلامی مملکت میں انصاف پر مبنی معاشرہ قائم ہو ۔ ذخیرۃ الملوک " میں وہ حاکموں کے لئے جو دس شرائط مقرر کرتے ہیں ان میں اولین یہی ہے کہ حکمران خود کو رعایا میں سے سمجھیں ۔ مسلمانوں کی حاجت روائی کو عبادت جانے ۔ رعایا کو درپیش خطرات سے غفلت نہ برتے ۔ اپنے تکبر سے رعایا کو بدظن اور بیزار نہ کرے ۔ شاہ ہمدان کی ساری زندگی کی تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے ان مقاصد کے حصول کے لئے ساری زندگی جدوجہد کی حق و صداقت کے اظہار میں کبھی لرزیدہ نہ ہوئے ۔ ارشادات ربانی اور فرمودات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ مشعل بنائے بڑی سے بڑی آزمائش سے کشاں کشاں گزر گئے ۔ اقبال نے ان کے لئے کیا خوب فرمایا ہے کہ :۔

سید سادات سالار عجم
دست او معمار تقدیر امم
مرشد آن خطہ مینو نظیر
میر درویش و سلاطین را مشیر
آفرین آن مرد ایران صغیر
باہنر ہائے غریب دلپذیر

دنیائے تصوف کی خبریں

غلام حسین معروفی



شاہ ہمدان کانفرنس سے وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار محمد عبدالقیوم، سفیر ایران آقائے مہدی آخوندزادہ، ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر، آقائے مظفری، میر عبدالعزیز آقا حسین ہمدانی، آقائے اسدی اور ڈاکٹر غضنفر مہدی خطاب کر رہے ہیں۔

شاہ ہمدان انٹرنیشنل کانفرنس کی روداد

کشمیر میں امیر کبیر سید علی ہمدانی کے پیروکار بھارتی مظالم کے سامنے سر نہیں جھکائیں گے۔ (سردار عبدالقیوم)

سید علی ہمدانی نے تبلیغ کے لئے ٹھنڈے علاقے کا انتخاب کیا اور دین اسلام سے لوگوں کے دلوں کو گرمایا۔ (ایرانی سفیر)

۱۱ جنوری ۱۹۹۵ء کو خانۂ فرہنگ ایران اور انٹرنیشنل شاہ ہمدان کانفرنس کے زیر اہتمام آٹھ سو سالہ جشن یوم ولادت حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی بڑی عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ تقریب کی صدارت پاکستان میں ایران کے سفیر محمد آخوندزادہ نے کی۔ مہمان خصوصی آزاد کشمیر کے صدر سردار عبدالقیوم خان نے کہا کہ شاہ ہمدان نے کشمیر میں اسلام کی جو شمع روشن کی ہے وہ آج بھی درخشندہ و تابندہ ہے۔ شاہ ہمدان کی تعلیمات پر عمل کرنے والے کشمیری آج بھی بھارتی مظالم کے سامنے سینہ سپر ہیں۔ انہوں نے کہا امیر کبیر کا فیض قیامت تک جاری ہے کہ شاہ ہمدان جیسے عظیم روحانی پیشوا روحانی فیض کی بدولت آج کشمیری ایک بڑی طاقت کے سامنے نعرہ حق بلند کر رہے ہیں۔ انہوں نے مندوبین سے کہا کہ وہ بیرونی ممالک میں بھی شاہ ہمدان کانفرنس منعقد کرنے کا اہتمام کریں تاکہ امیر کبیر کا فیض دوسرے ممالک میں بھی پھیل سکے۔

ایران کے سفیر جناب آخوندزادہ نے شاہ ہمدان کی اسلامی خدمات کو خوب سراہا اور کہا کہ سید علی ہمدانی نے تبلیغ کے لئے ٹھنڈے علاقے کا انتخاب کیا مگر عشق خدا و رسول اور محبت دین اسلام سے لوگوں کے دلوں کو گرمایا۔ کشمیریوں کے دلوں میں اگرچہ جہاد فی سبیل اللہ کا شوق موجود تھا مگر شاہ ہمدان نے انہیں ظالم کے مقابلے میں عملی جہاد کا ہنر سکھایا جہاد ہی وہ راستہ ہے جس سے ظالم حکمرانوں سے نجات مل سکتی ہے۔ ایرانی سفیر نے کہا شاہ ہمدان کی تبلیغ کے باعث ہزاروں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ جن علاقوں سے وہ گزرے آج وہاں سو فیصد آبادی مسلمان ہے۔

ڈائریکٹر جنرل خانہ فرہنگ ایران آقائے محمد محسن مظفری نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے مندوبین کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا امیر کبیر سید علی ہمدانی نے ساری زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ آپ دین اسلام کی تبلیغ کے لئے اس وقت نکلے جب رسل و رسائل کے لئے کوئی سہولت نہیں تھی خاص کر پہاڑی علاقوں میں لاکھوں میل پیدل سفر کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ آپ نے کوہ قاف، کوہ سراندیپ اور سیاچن تک دنیا کا تین دفعہ پیدل تبلیغی دورہ کیا اور ہزاروں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا آج یہ علاقے نور اسلام سے روشن ہیں۔

انٹرنیشنل شاہ ہمدان کانفرنس کے صدر آغا حسین ہمدانی نے اپنے مختصر خطاب میں شاہ ہمدان پر لکھی جانے والی کتابوں اور محققین کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر محمد ریاض (مرحوم)

نے پی ایچ ڈی کے بعد پہلی دفعہ شاہ ہمدان پر ایک ضخیم کتاب آثار و احوال شاہ ہمدان کے نام سے شائع کر کے حضرت شاہ ہمدان سے لگاؤ رکھنے والے حضرات کو معلومات کا خزانہ فراہم کیا لیکن افسوس ہے کہ آج وہ ہم میں موجود نہیں مگر ان کے شاہکار ہمیشہ موجود رہیں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنا وقت ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر کو دیتا ہوں کیونکہ یہ وہ مستحق ہیں جنہوں نے ساری زندگی شاہ ہمدان پر تحقیق میں گزاری انہی کی وجہ سے آج تعلیم یافتہ طبقہ کو شاہ ہمدان کی تعلیمات اور ان کی دینی خدمات کو جاننے کا موقع ملا ہے۔ کشمیری رہنما سجاد قریشی نے شاہ ہمدان کی تصانیف اور روحانی مراکز کا ذکر کرتے ہوئے کہا امیر کبیر نے دنیا کے مختلف حصوں میں قیام کے دوران کم و بیش ایک سو ستر کتابیں لکھیں جو مختلف کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ تزکیہ نفس کے لئے چلہ خانے خاص طور پر بنائے گئے تھے۔ انہوں نے کہا شاہ ہمدان بیک وقت مدبر، مصلح، سیاست دان، مبلغ اور ولی کامل تھے۔ آپ کے روحانی فیض سے آج کشمیری قوم بغیر ہتھیار کے ایک بڑی قوت کے سامنے پہاڑ بنی ہوئی ہے۔

سید محمد رضوی بلتستانی نے کہا شاہ ہمدان کے زیادہ تر آثار بلتستان میں پائے جاتے ہیں ان کے لاکھوں پیروکار بلتستان کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں آپ کی بدولت آج بلتستان میں سو فیصد آبادی مسلمان ہے آپ نے تین دفعہ بلتستان کا دورہ کیا اور تینوں دفعہ سیاچن کے علاقے علی برانگسا جو انہی کے نام سے وسوم ہے سے ترکستان روانہ ہوئے آپ نے بلتستان میں جگہ جگہ خانقاہیں تعمیر کرائیں جن میں چقچن اور دوسری چند خانقاہیں آج بھی اپنی اصل حالت میں موجود ہیں۔ بلتستان میں آپ کے بلا واسطہ مقلدین کے علاوہ دوسرے پیروکار بھی موجود ہیں انہوں نے کہا شاہ ہمدان کی دعاؤں کی بدولت یہ علاقہ امن و سکون کی آماجگاہ ہے۔

ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر نے مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ امیر کبیر سید علی ہمدانی ایک ذات نہیں بلکہ ایک تسلسل ہے جو امام علی رضا سے ہوتا ہوا امام الاولیاء حضرت علی علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ آپ کبرویہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ شاہ ہمدان کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ اتحاد بین المسلمین کے علمبردار تھے آپ فرقہ پرستی کے قائل نہیں تھے بلکہ دین اسلام کے لئے کام کرتے تھے آپ فروعی اختلافات میں پڑنے کی بجائے اساس دین کی تبلیغ پر توجہ مرکوز رکھتے تھے۔ آپ کا مقصد کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو دنیا میں پھیلانا تھا جس کا

حضورؐ نے عالم رویا میں آپ کو حکم دیا تھا۔ آپؒ نے اخوت، بھائی چارے کا درس دیا اہل بیت اور صحابہ کرام کے ساتھ محبت کا درس دیا آیت اللہ خمینی نے بھی ہمیں یہی درس دیا۔ انہوں نے ابن عربی اور شاہ ہمدان کی تعلیمات سے استفادہ کیا مگر افسوس ہے کہ آج مسلمان فروعی اختلافات میں اس قدر پھنس کر رہ گئے ہیں کہ اس سے آگے نکلنا ممکن نہیں اور اس کو بنیاد بنا کر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا خون خرابہ کرتا ہے۔

اسلام مذہبی رواداری کا درس دیتا ہے مگر افسوس ہے کہ ہم اس پر عمل نہیں کرتے انہوں نے کہا کہ خلاصۃ المناقب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ علم و عرفان کا شاہکار معلوم ہوتی ہے۔

انہوں نے تنظیم ندوۃ الاسلامیہ صوفیہ نوربخشیہ کا شکریہ ادا کیا جس نے اس اہم کتاب کو شائع کرنے میں مدد کی۔ ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر نے سفیر ایران کو خلاصۃ المناقب کا ایک نسخہ پیش کیا۔ جسے دیکھ کر سفیر ایران نے ڈاکٹر صاحب کی تعریف کی۔

روحانی تربیتی مجلس

محمد بشیر کوروی

خانقاہ معلی کورو میں مورخہ ۲۳ دسمبر کو گرد و نواح سے شمع تصوف کے پروانے جمع ہوگئے اور ایک روح پرور سہ روزہ اجتماعی اعتکاف کا آغاز ہوا۔ معتکفین اور نماز عشاء خانقاہ معلی میں جلوہ افروز ہوئے اور خانقاہ کے ایک حصے میں گوشہ نشین ہوئے۔ اور دن رات ذکر و اذکار اور تسبیح و تہلیل اور شب خیزی میں مشغول رہے۔ ۲۶ دسمبر کو بعد عشاء یہ پر نور اعتکافی مجلس ایک پر رونق جلسہ کی شکل اختیار کر گئی۔ معمول کی نمازوں کے بعد نماز شکرانہ ادا کی گئی۔ ستر کے لگ بھگ معتکفین کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں اہل تصوف نے اس نماز تشکر میں شرکت کی جو ان خوش نصیب معتکفین کو خراج تحسین پیش کرنے اور مبارکباد دینے حاضر ہوئے تھے۔

ستر شمع رسالت کے پروانوں نے ایک فرض کی تکمیل ایک سنت کی پیروی کرنے کے بعد زار و قطار روتے ہوئے گوشہ عبادت کو خیر باد کہا۔ جس کے بعد باقاعدہ جلسہ کا آغاز ہوا۔ صدر مجلس کی اجازت سے سیکرٹری مجلس نے تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز کرنے کی دعوت قاری شکور علی انور صاحب امام مسجد گلگت کو دعوت دی۔ جن کی پر تاثیر تلاوت قرآن کے بعد مولانا غلام نبی صاحب کوروی نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا انہوں نے دور دراز سے تشریف لائے ہوئے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور شکریہ بھی ادا کیا۔ جو شدید برف باری۔ راستے کی مشکلات اور ناقابل برداشت سردی کے باوجود خپلو۔ سرموں۔ براہ۔ کمر کوہ۔ بلغار اور کریس سے تشریف لائے تھے۔ خطبہ استقبالیہ کے بعد علماء معتکفین میں سے جناب غلام محمد حقانی صاحب کریس اور قائد اعتکاف جناب مولانا محمد حسن صاحب خپلو نے سامعین سے خطاب کیا اور اعتکاف کے عملی پہلو کو اجاگر کیا۔ اس کے بعد مقامی علماء جناب غلام حیدر صاحب اور شکور علی انور صاحب کورو نے تقریریں کیں۔

پھر مہمان علماء کرام کی تقاریر شروع ہوئیں۔ جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب فیضی یوچنگ جناب مولانا غلام حسن حسنو خپلو۔ جناب مولانا قاری محمد ابراہیم صاحب سرموں نے علم و معرفت کے خزانے کھول دیے۔ انہوں نے روح پرور اعتکاف کے رموز بیان کئے۔ نیز حالات حاضرہ اور دین اسلام اور اس کو درپیش مسائل بیان کئے۔ مہمان مقررین میں سب سے آخر میں منبع اعتکاف جناب اخوند محمد ابراہیم صاحب المعروف فقیر نے حاضرین سے خطاب کیا۔ اپنے خطاب کے دوران موصوف نے تزکیہ نفس، اس کی تاریخ اور اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اپنی تقریر کے آخر میں استحکام پاکستان۔ فتح و نصرت پاک افواج، سربلندی اسلام اور حاضرین کی فلاح دارین کے لئے دعا خیر کی۔ سب سے آخر میں انتظامی امور کے سربراہ جناب سید محمد علی صاحب کورو نے اظہار تشکر کے لئے حاضرین سے خطاب کیا۔ جس کے بعد سیکرٹری مجلس نے اختتام جلسہ اور بطور تبرک کھانے پینے کے انتظامات کا اعلان کیا۔

کورو میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا جلسہ اور پہلا اعتکاف تھا۔ جس میں تمام اہل تصوف نے ذوق و شوق سے شرکت کی۔

مدرسہ حیدریہ صوفیہ نوربخشیہ انسوق خپلو پر ایک نظر

ہدایت علی انسوقی

مدرسہ حیدریہ صوفیہ نوربخشیہ انسوق خپلو جو کہ ۱۹۹۲ء میں قائم ہوا تھا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے اس ادارہ میں بچوں کو ناظرہ قرآن مجید اور صوم و صلوٰۃ کی بنیادی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ مدرسہ محلہ انسوق، میرپی ژہر، خونگبوز گنگ اور گوچھوقپی کا واحد دینی مدرسہ ہے جہاں سے ہر سال کثیر تعداد میں طلباء اور طالبات مستفید ہو رہے ہیں اس ادارہ میں طلباء کو بنیادی تعلیم کے علاوہ اتحاد بین المسلمین، مقام مصطفیٰ اور آئمہ کرام کی تعلیم سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ اولیا کرام خصوصاً شاہ ہمدان اور شاہ سیدؒ کے مشن کو جاری رکھنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ مدرسہ جناب فدا حسین، محمد علی، محمد ابراہیم علی محمد اور محمد شریف کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔

غوث المتاخرین کا یوم ولادت

غلام مہدی طالبعلم تردپا شگر

۲۹ شعبان المعظم کو نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن حشوپی کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ بسلسلہ ولادت باسعادت غوث المتاخرین سید العارفین حضرت شاہ سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ مذہبی عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ اس مبارک جلسہ میں گاؤں کے معززین سرکردگان اور اہل تصوف کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب غلام حیدر حیدری صاحب نے سرانجام دیے جلسے کا آغاز اخوند رضا چونگ باماں کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جلسہ کی صدارت خطیب و امام سید علی الموسوی خانقاہ معلیٰ حشوپی نے کی محمد یوسف طالبعلم نے کلہائے عقیدت اور سید خلیل طالبعلم نے درشان شاہ سید نذرانہ عقیدت پیش کیا اور مقررین میں مولانا محمد باقر چھوربی صاحب ۔ مولانا عارف حسین صاحب ۔ مولانا محمد علی عارف قریشی صاحب اور مولانا غلام رسول الجوزی و دیگر مقررین نے شاہ سید محمد نور بخش کے حالات زندگی اور تعلیمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور امت مسلمہ کی علمی و دینی خدمات اور حضرت شاہ سید محمد نور بخش کی تالیف کردہ کتاب فقہ الاحوط کے مسائل سے حاضرین کو آگاہ کیا اور آپس میں اتحاد و اتفاق کی تلقین کی آخر میں صدر جلسہ خطیب امام سید علی الموسوی صاحب خانقاہ معلیٰ حشوپی نے ملک و ملت کی ترقی اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے خصوصی دعا کی اور جلسہ کے اختتام پر سٹیج سیکرٹری غلام حیدر حیدری صاحب نے جلسے کے انعقاد پر تمام شرکاء اجلاس کا شکریہ ادا کیا۔

یوم ولادت حضرت شاہ سید، حضرت امام مہدی علیہ السلام

محمد یعقوب براوی

نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان مرکز کے زیر اہتمام سید العارفین غوث المتاخرین حضرت شاہ سید محمد نور بخش قہستانی اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کا یوم ولادت بڑی عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ اس سلسلے میں ایک بڑا اجتماع جامع مسجد صوفیہ نور بخشیہ محمود آباد میں منعقد ہوا جس میں کثیر تعداد میں عقیدت مندوں نے شرکت کی تقریب سے جناب مولوی عبدالحلیم صاحب خطیب و پیش امام جامع مسجد صوفیہ نور بخشیہ محمود آباد اور جناب شیخ سکندر صاحب پرنسپل جامعہ صوفیہ نور بخشیہ نے خطاب کیا انہوں نے حضرت امام مہدی علیہ السلام اور حضرت شاہ سید محمد نور بخش کے حالات زندگی اور ان کے امت مسلمہ کی دینی اور علمی خدمات پر روشنی ڈالی اور آپس میں اتحاد و یگانگی پر زور دیا

این وائی ایف پاکستان کے مرکزی فنانس سیکرٹری کا دورہ بلتستان

محمد یعقوب براوی

نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان مرکز نے مرکزی فنانس سیکرٹری جناب مراد علی صاحب کو عوامی رابطہ مہم کے سلسلے میں بلتستان کے دورے پر بھیجا تھا۔ انہوں نے مختلف مکاتب فکر کے علماء و مشائخ اور مختلف دینی تنظیموں کے اراکین سے ملاقات کی اور دین حقہ کی تعمیر و ترقی کے سلسلے میں عوام سے رائے طلب کر کے ایک سروے رپورٹ این وائی ایف کے مرکز کو پہنچائی۔ مراد علی صاحب نے جن علاقوں کا دورہ کیا ان میں سلتھرو، دم سم، گلشن کبیر، کوندوس، بلچت، سینو، تھگس، مرضی، گوند، کاندے، ہوشے، کھانے، تلیس، شامل ہیں۔ انہوں نے این اے کونسل کے نو منتخب ممبروں سے بھی ملاقات کر کے مبارک باد دی اور اس بات پر زور دیا کہ وہ مسلک نور بخشیہ کی معتبر کتاب فقہ الحوط کو سرکاری سطح پر رجسٹرڈ کرانے اور نور بخشی قاعدہ کو باقاعدہ سکولوں کی نصابی کتب میں شامل کرانے میں اپنا کردار ادا کریں۔

این وائی ایف حشوپی شگر کی کارکردگی

۱۔ سب سے پہلے خانقاہِ معلی کی مرمت کی اس کی آرائش و زیبائش کی چٹائیاں اور دریاں خریدیں۔

۲۔ خانقاہ جو ایک ٹیلے پر واقع ہے اس کی جنوبی جانب موجود والان کے گرد پندرہ فٹ اونچی دیوار تعمیر کی جارہی ہے۔

۳۔ ان مذکورہ چاروں گاؤں میں نوجوانوں نے زکواۃ کمیٹی بنائی جنہوں نے گھروں سے زکواۃ و فطرہ جمع کیا اس کے بعد اپنے اپنے گاؤں میں مدارس کا قیام عمل میں لایا۔

۴۔ ہر گاؤں میں باجماعت نماز کا اہتمام کیا۔

۵۔ پچھلے چار سالوں سے خانقاہِ معلی میں شاہ سید اور امیر کبیرؒ کا یوم ولادت جلسہ کی شکل میں منعقد کیا جارہا ہے۔ جس کی وجہ سے غریب عوام کا حوصلہ کافی بلند ہوا ہے۔

۶۔ ۱۲ رجب کو شاہ ہمدانؒ کے یوم پیدائش کی محفل منعقد ہوئی جس میں مقامی علماء اور طلباء نے خطاب کیا۔

این وائی ایف حشوپی شگر کے عہدیداران

ہماری تنظیم کے عہدہ داران مندرجہ ذیل صاحبان ہیں۔

۱۔ سرپرست اعلیٰ سید علی شاہ صاحب میر واعظ خانقاہِ معلیٰ
۲۔ صدر مولانا محسن علی صاحب مدرس مدرسہ غوثیہ حشوپی
۳۔ نائب صدر سید حسن شاہ صاحب
۴۔ جنرل سیکرٹری غلام مہدی صاحب
۵۔ ڈپٹی جنرل سید خلیل
۶۔ فنانس سیکرٹری صوفی حسن صاحب
۷۔ سیکرٹری نشرواشاعت غلام حسن صاحب
۸۔ ڈپٹی سیکرٹری نشرواشاعت غلام نبی صاحب

غلام نبی قوم ڈھلی پا ڈپٹی سیکرٹری نشرواشاعت این وائی ایف
حشوپی یونٹ

انجمن صوفیہ نوربخشیہ جامع مسجد عوامی کالونی کراچی کے سالانہ انتخابات

۲۰ جنوری ۱۹۹۵ء کو جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ عوامی کالونی کراچی کے سالانہ انتخابات منعقد ہوئے جس میں درج ذیل عہدیدار منتخب ہوئے۔

۱۔ قمر علی صدر
۲۔ گلزار حسین سرمیکی جنرل سیکرٹری
۳۔ محمد عبداللہ نائب صدر
۴۔ محمد علی براہ جوائنٹ سیکرٹری
۵۔ علی موسیٰ رابطہ سیکرٹری
۶۔ علی پروپیگنڈہ سیکرٹری
۷۔ غلام حسین سرموی خزانچی
۸۔ محمد حسن دلشاد سرمیکی معاون خزانچی

اس سے قبل معروف کرنی ہال عوامی کالونی میں مقیم اہل نوربخشیہ کا ایک بڑا اجتماع ہوا جس کی صدارت مولانا غلام حسن نیازی خطیب جامع مسجد نے کی۔ کارروائی کا آغاز مولانا محمد رضا ذیشان کی تلاوت کلام پاک سے ہوا مولانا محمد سلیمان ساجد نے سابقہ عہدیداروں کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور امید ظاہر کی کہ نئے عہدیداران ایسی ہی کارکردگی کا مظاہرہ کریں گے اس موقع پر دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا اور متفقہ طور پر سال ۹۶ - ۱۹۹۵ء کے لئے نئے عہدیدار منتخب کئے گئے اس موقع پر مہمان خصوصی چیئرمین عبداللہ نے عہدیداروں پر زور دیا کہ وہ خلوص دل سے دین اسلام کی خدمت کریں کیونکہ بیت اللہ کی دیکھ بھال اور انتظام کرنا انسان کی خوش قسمتی کی علامت ہے اور انجمن کے اغراض و مقاصد کے ساتھ وفادار رہنے کا حلف اٹھا کر ایک اہم ذمہ داری اپنے اوپر ڈال دی ہے اور اس ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کے لئے خلوص اور مزید رہنمائی کی اشد ضرورت ہوتی ہے انہوں نے کہا نوجوان نسل میں مذہبی جذبہ اور کام کرنے کی لگن موجود ہے جو قوم کے لئے قیمتی سرمایہ سے کم نہیں ہے۔

گلزار حسین جنرل سیکرٹری
انجمن صوفیہ نوربخشیہ
کورنگی کراچی

انجمن تحفظ اہلیان یوچنگ کراچی کے زیر اہتمام

یوم ولادت شاہ سید محمد نور بخشؒ کا انعقاد

۱۷ جنوری ۱۹۹۵ء کو شاہ سید محمد نور بخشؒ کے یوم ولادت کے سلسلے میں انجمن اہلیان یوچنگ کے زیر اہتمام یوچنگ ہاؤس میں ایک پروقار تقریب منعقد ہوئی۔ مہمان خصوصی بلتستان سے تشریف لائے ہوئے سابق چیئرمین جناب محمد ابراہیم وحید تھے اور صدارت انجمن تحفظ اہلیان یوچنگ کے چیئرمین اور خطیب جامع مسجد صوفی نوربخشیہ کورنگی جناب مولانا غلام حسن نیازی صاحب نے کی۔ تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ مہمان خصوصی جناب محمد ابراہیم وحید صاحب نے اپنے زریں خیالات کا اظہار کرتے ہوئے شاہ سید محمد نور بخشؒ کے یوم ولادت کو نوربخشیوں کے لئے ایک پرمسرت دن قرار دیا اور ان کے عظیم کارناموں پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے انجمن ہذا کے زیر اہتمام سکردو میں مسافر خانے کے قیام اور یوچنگ میں پرائمری سکول کی عمارت کی تعمیر اور پائپ لائن بچھانے کا یقین دلایا۔ صدر جلسہ مولانا غلام حسن نیازی نے انجمن کے اغراض و مقاصد اور کراچی میں تنظیم کو پیش آنے والی مشکلات سے آگاہ کیا اور سامعین پر زور دیا کہ وہ آپس میں اتفاق و اتحاد کو اپنا شعار بنائیں۔ انہوں نے کہا شاہ سید محمد نور بخشؒ اور شاہ ہمدانؒ کے بدولت آج ہم الحمد اللہ مسلمان ہیں انہوں نے کہا نوربخشیوں کو چاہیے کہ وہ شاہ سیدؒ کی تصنیف کردہ فقہ الاحوط پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہوں۔ اس موقع پر انجمن کے جنرل سیکرٹری غلام حسن سیفی نے معزز مہمانوں اور شرکاء اجلاس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آئندہ بھی اس قسم کا جلسہ منعقد کرنے کا یقین دلایا۔

احمد علی شاہین
سیکرٹری نشرواشاعت
انجمن تحفظ اہلیان یوچنگ
کراچی

یوم ولادت حضرت شاہ سید محمد نور بخشؒ

۲۰ جنوری ۱۹۹۵ء کو جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ لاہور میں "یوم ولادت حضرت شاہ سید محمد نور بخشؒ" مذہبی عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ اس تقریب میں شاہ سید محمد نور بخشؒ کے سینکڑوں عقیدتمندوں نے جن میں کالج ویونیورسٹی کے طلبہ، علماء کرام اور دانشور شامل تھے، شرکت کی۔

تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کا شرف مولانا غلام تقی صاحب نے حاصل کیا۔ جبکہ مشہور نعت خوان محمود صاحب اور غلام حسین نے حضور نبی کریمؐ کی شان اقدس میں گلہائے عقیدت پیش کئے۔

اس کے بعد مقررین حضرات نے شاہ سید محمد نور بخشؒ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں، آپ کی ذات گرامی، تعلیمات، تصنیفات، تصوف اور عالم اسلام کے لئے آپ کی خدمات کے حوالے سے تقریریں کیں۔

اس نورانی محفل میں برصغیر کے ممتاز عالم دین مولانا حمزہ علی مرحوم کی تصنیف کردہ کتاب "نور المومنین" جو این وائی ایف پنجاب یونٹ نے دوبارہ شائع کی ہے پیش کی گئی۔ آخر میں اہلیان لاہور نے اس بات کا عہد کیا کہ انشاء اللہ آئندہ بھی این وائی ایف کے زیر اہتمام یوم شاہ سید اور یوم شاہ ہمدانؒ انتہائی عقیدت و احترام سے منایا جائے گا۔

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پنجاب یونٹ

خط و کتابت کا پتہ

جی۔ ایچ۔ معروفی
فلیٹ نمبر 7 ، بلاک نمبر 14 ، کیٹیگری IV
سیکٹر آئی۔ ایٹ۔ ۱ ،
اسلام آباد

آستانہ میر عارفؒ کی تعمیر نو

۱۹۹۰ء میں تھگس کے چند جوانوں نے اس آستانے کی دوبارہ تعمیر و مرمت کے لئے ایک کمیٹی کا قیام عمل میں لایا اور مرمت کا کام زور و شور سے شروع ہوا اور آستانے کی دوبارہ تعمیر کا کام ۳۰ اپریل ۱۹۹۴ء کو مکمل ہوا۔ تمام اہل صوفیہ نوربخشیہ اور تعاون کرنے والے حضرات کے ہم شکر گزار ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھ اس نیک کام میں حصہ لیا۔ اس کامیابی کے پیچھے تھگس کے اہل صوفیہ نوربخشیہ جوانوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ کمیٹی کے اراکین ابو روزی اخون علی موسیٰ۔ سید نثار حسین محمد علی اور علی کام کرنے والے مزدور اور مستری محمد حسین اور علی چھور بٹ اور جوانان تھگس ٹیم لاہور سب شکریہ اور مبارکباد کے مستحق ہیں۔

زلف علی چیئرمین میر عارف آستانہ
کمیٹی تھگس مقیم لاہور

نوائے صوفیہ کا شاہ ہمدان نمبر

ضروری وضاحت

نوائے صوفیہ کا عظیم شاہ ہمدان نمبر جو ترتیب پانے کے بعد طباعت کے مراحل میں تھا، اس نمبر کی طباعت و اشاعت فنڈ کی کمی کے باعث التوا۔ کا شکار ہو گئی ہے تاہم جن قارئین نے ایڈوانس رقم ارسال کی ہے، وہ رقم ہمارے پاس محفوظ ہے اور کتاب کی اشاعت کے بعد ان قارئین کو ایڈوانس رقم منہا کرنے کے بعد بقایا قیمت پر کتاب ارسال کی جائے گی۔ ادارہ نوائے صوفیہ اس تعطل کے لئے معذرت خواہ ہے۔

کریس میں جشن مولود کعبہ کی تقریب

تنظیم فدائیان آل رسولؐ صوفیہ نوربخشیہ کریس بلتستان (رجسٹرڈ) کے زیر اہتمام ایک محفل میلاد بسلسلہ مولائے متقیان حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب ۳ رجب المرجب بمطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۹۴ء مسجد نوربخشیہ روز دایاٹیں میں زیر صدارت پیر نوربخشیہ جناب سید محمد شاہ نورانی منعقد ہوئی۔ جلسے سے جناب سید منظور حسین و جناب مولانا محمد باقر نے خطاب کیا۔ جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے ذکر علی و فکر علی پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے آپ کی ذات اقدس کو تمام مسلمانان عالم کے لئے قابل تقلید قرار دیا۔ صدر جلسہ جناب

سید محمد شاہ پیر نوربخشیہ نے حضرت علی کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی پاک سیرت پر عمل پیرا ہو کر ہم منتشر لوگوں کو اکٹھا کر کے اسلام کی خدمت کر سکتے ہیں۔ محفل میلاد میں ممتاز قصیدہ خوانوں نے حضرت علی کی شان میں قصائد پیش کئے۔ اس طرح یہ جلسہ میلاد بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

محمد یاسین
پبلسٹی سیکرٹری

بقیہ [illegible]

اگر ایک حاکم آئین جہانبانی سیکھنا چاہتا ہے سربراہ خاندان تدبیر منزل کے آداب جاننا چاہتا ہے۔ عام انسان تہذیب نفس کا درس لینا چاہتا ہے اور تمام حقائق کو یکجا پانا چاہتا ہے تو وہ آپ کی کتاب "ذخیرۃ الملوک" کو مونس جان بنائے۔

شعر و شاعری سے سرشاری کے لئے "چہل اسرار" سے استفادہ کریں بیماریوں سے بچنے کے لئے "رسالہ طب" پر عمل کریں۔

مختصر یہ کہ شاہ ہمدان آٹھویں صدی ہجری میں انسانیت کے بہت بڑے محسن، سالکوں کے رہبر، دین اسلام کے مبلغ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو جسمانی، قلبی اور روحانی بیماریوں سے شفا۔ عطا کرنے کے لئے عملی، لسانی او تحریری طور پر اہتمام فرمایا جو ان کے روحانی کمالات۔ ذاتی وجاہت کا حاصل ہیں علم و عرفان اور مکارم اخلاق کا خلاصہ ہے۔

زکواۃ اور فطرانہ کی رقم سے ادارہ نوائے صوفیہ کے ساتھ تعاون کریں

جیسا کہ آپ حضرات کو بخوبی احساس ہے کہ "ماہنامہ نوائے صوفیہ" اہل نور بخشیہ کا واحد ترجمان ہے۔ چونکہ بد قسمتی سے اہل نور بخشیہ نشر و اشاعت کے میدان میں بہت پیچھے ہیں اور اشاعتی سرگرمی کے فقدان کے باعث ماہنامہ نوائے صوفیہ نشر و اشاعت کے شعبہ میں اس مذہب کی تشہیر، ترقی اور نظریاتی دفاع کا واحد ذریعہ ہے۔ اب تک نوائے صوفیہ کے جتنے شمارے شائع ہوئے ہیں ان کے لئے ہم نے رضاکارانہ طور پر بے شمار مالی اور انتظامی مشکلات کے باوجود کام کیا ہے۔ رسالے کی فروخت سے حاصل شدہ آمدنی اتنی کم ہوتی ہے کہ اس سے اگلے شمارے کی اشاعت تقریباً ناممکن ہوتی ہے اس کی وجہ کتابت، کاغذ اور طباعت کی بے تحاشا گرانی ہے۔ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا نشر و اشاعت کے بغیر دور جدید میں نظریاتی اور اشاعتی یلغار کو روکنا ممکن نہیں رہا۔

لہٰذا اس سلسلے میں تمام اہل نور بخشیہ سے، چاہے وہ دنیا کے کسی حصہ میں مقیم ہوں، اپیل کی جاتی ہے کہ نشر و اشاعت کے اس اہم شعبہ کو جاری و ساری رکھنے کے لئے ادارہ نوائے صوفیہ کے ساتھ زکواۃ اور فطرانہ کی رقم سے تعاون کریں تاکہ ملت نور بخشیہ کا یہ واحد ترجمان آب و تاب سے جاری رہے۔ ہمیں امید ہے کہ پوری قوم اس اپیل پر ضرور لبیک کہے گی۔

(ادارہ)

بقیہ فہرست مستقل خریداران

۲۱۸۔ محمد جابر کویت
۲۱۹۔ غلام مہدی کویت
۲۲۰۔ حاجی محمد صادق کویت
۲۲۱۔ حاجی غلام مہدی سعودی عرب
۲۲۲۔ حاجی محمد علی سعودی عرب
۲۲۳۔ حاجی محمد یوسف سعودی عرب
۲۲۴۔ حاجی محمد ایوب سعودی عرب
۲۲۵۔ حاجی علی خان عیسیٰ سعودی عرب
۲۲۶۔ یوسف علی سعودی عرب
۲۲۷۔ محمد علی کویت
۲۲۸۔ محمد حسن کویت
۲۲۹۔ رستم علی بلتستان
۲۳۰۔ کاچو ولایت علی مدرس خپلو
۲۳۱۔ صوبیدار غازی محلہ سرگیب خپلو
۲۳۲۔ آخوند شکور علی پیش امام سرگیب خپلو
۲۳۳۔ حوالدار غلام حسن نوری صاحب این ایل آئی ہیڈ کوارٹر کمپنی
۲۳۴۔ محمد حسین ثاقب لیبارٹری ٹیکنیشن سول ہسپتال خپلو
۲۳۵۔ محمد بشیر مدرس محلہ گونا یار خپلو
۲۳۶۔ محمد اسحاق فرسٹ ایڈ پوسٹ غورسے بلتستان
۲۳۷۔ محمد موسیٰ راغ کوروی تنظیم ریاض الاولیاء منگھوپیر کراچی
۲۳۸۔ محمد علی پروجیکٹ ایگری کلچرسٹ آغا خان فاؤنڈیشن سکردو
۲۳۹۔ غلام حسین شریف اینڈ پارٹنرز گارڈن روڈ کراچی
۲۴۰۔ مسز سعیدہ شفی ماڈل ٹاؤن ہمک اسلام آباد
۲۴۱۔ کنسٹیبل محمد ابراہیم بونگری مچلو بلتستان
۲۴۲۔ محمد بشیر مدرس پرائمری سکول ستروپی خپلو
۲۴۳۔ آخوند علی مدرس شگر کیا ہوتنگ
۲۴۴۔ غلام حسین بذرمین فرٹ نرسری سوغا
۲۴۵۔ علی خان سب انجینئر اے کے جانباز سکردو
۲۴۶۔ ڈاکٹر غلام نبی نازپی او ایف ہسپتال واہ کینٹ
۲۴۷۔ غلام محمد سوغا بلتستان